

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

منٹی تا اگست، 2017

جس کھیت سے دھقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روئیں فارا یکوئی

حال احوال

تاریخ وارثکی اور غیرملکی زرعی خبریں

مئی تا اگست، 2017

مدیر

عذرا طاعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

رالبہ و سیم

فدا حسین

آصف رضا

خالد حیدر

روش فارا کیوٹی

فہرست مضمایں

عنوان	صفنے نمبر
مختفات	vii
کلمۃ نظر	xi
الف۔ ملکی زرعی خبریں	1-106
۱۔ زرعی پیداواری و سائل	1-16
زمین	1
پانی	8
متفرق	15
۱) زرعی مداخل	17-28
صنعتی طریقہ زراعت	17
جج	19
کھاد	22
زرعی مشینی	25
زرستلانی	25
زرعی قرضہ	26
۲) غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	28-49
غذائی فصلیں	30
پھل سبزی	31
نقد آور فصلیں	36
اشیاء	45
۳) مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	49-56
مال مویشی	49

52	ماہی گیری
54	مرغبانی
56-67	۷ تجارت
56	برآمدات
57	چل بزری
66	درآمدات
67-69	۸ کارپوریٹ شعبہ
67	غذائی کمپنیاں
68	کھاد کمپنیاں
68	ٹریکٹر کمپنیاں
69-71	۹ یوروپی امداد
69	عالی بینک
70	امریکی امداد
71	ایشیائی ترقیاتی بینک
72-76	۱۰ پالیسی
73	بین الاقوامی معاملے
73	بیدار
76	تحقیق و نئنالوجی
76-88	۱۱ ماحول
77	زمین
80	پانی
85	فضاء
87	آلودگی، صحت و تحفظ
88-93	۱۲ سوکی تبدیلی

91	کاربن اخراج
91	سین میہشت
93	موکی بحران
94-98	XI غربت اور غذائی کمی
94	غربت
96	غذائی کمی
98-102	XII قدرتی بحران
98	بارشیں رطوفان
100	سیلاب
102	خنک سالی
102-106	XIII مراحت
103	زمین
104	پانی
105	ماہی گیری
105	ماحول
107-123	ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں
107-108	I زرعی پیداواری وسائل
107	زمین
107	پانی
108	II زرعی مداخل
108	صنعتی طریقہ زراعت
108	بنچ
109	III غذائی فصلیں، پھل سبزی، نفت آور فصلیں و اشیاء
109	نفت آور فصلیں
109-110	IV مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

109	ماہی گیری
110	مرغبانی
110	V تجارت
110	درآمدات
111	VI کارپوریٹ شعبہ
111	بنچ کمپنیاں
111	VII ہیروئنی امداد
111-112	VIII پالیسی
112-115	IX ماحول
112	زیمن
112	پانی
114	فضاء
114	آلودگی، صحت و تحفظ
115-119	X موسکی تبدلی
116	علمی حدت
119	موسکی بحران
119	XI غربت اور غذائی کمی
119	غذائی کمی
119-122	XII قدرتی بحران
119	بارشیں / رطوفان
120	سیلاب
122	زلزلہ
122-123	XIII مراحت
122	مدخل

ADB	Asian Development Bank
AEDB	Alternative Energy Development Board
AMP	Anjuman-e-Muzareen Punjab
ANP	Awami National Party
AusABBA	Australia-Balochistan Agribusiness Programme
AWP	Awami Workers Party
BISP	Benazir Income Support Programme
BoI	Board of Investment
CBC	Cantonment Board Clifton
CDA	Capital Development Authority
CDB	China Development Bank
CIMMYT	International Maize and Wheat Improvement Center
CO ₂	Carbon dioxide
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
DAP	Diammonium Phosphate
EGU	European Geosciences Union
EPA	Environment Protection Agency
FAO	Food and Agriculture Organization
FBR	Federal Board of Revenue
FCC	Forman Christian College
FMPAC	Fertilizer Manufacturers of Pakistan Advisory Council
FPCCI	Federation of Pakistan Chambers of Commerce & Industry
FSC&RD	Federal Seed Certification & Registration Department
GST	General Sales Tax
ICARDA	International Center for Agricultural Research in the Dry Areas
ICBC	Industrial and Commercial Bank of China
ICCBS	International Center for Chemical and Biological Sciences
IMC	Inter Ministerial Committee
IR	Insect Resistant
IRSA	Indus River System Authority

JCC	Joint Coordination Committee
JICA	Japan International Cooperation Agency
KBP	Kisan Board Pakistan
KMC	Karachi Municipal Corporation
KWGA	Karachi Wholesalers Grocers Association
KWSB	Karachi Water & Sewerage Board
LBOFD	Left Bank Outfall Drain
LCCI	Lahore Chamber of Commerce & Industry
LTP	Long Term Plan
MCCI	Multan Chamber of Commerce and Industry
MIT	Massachusetts Institute of Technology
MNSUA	Muhammad Nawaz Shareef University of Agriculture
MRS	Mango Research Station
NARC	National Agricultural Research Centre
NASA	National Aeronautics and Space Administration
NDMA	National Disaster Management Authority
NDRC	National Development and Reform Commission
NEPRA	National Electric Power Regulatory Authority
NFDC	National Fertilizer Development Centre
NSER	National Socio Economic Registry
NTHRI	National Tea & High Value Crops Research Institute
NTN	National Tax Number
PARB	Punjab Agriculture Research Board
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PBIF	Pakistan Businessmen and Intellectuals Forum
PBS	Pakistan Bureau of Statistics
PCGA	Pakistan Cotton Ginners Association
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PDMA	Provincial Disaster Management Authority
PFA	Punjab Food Authority
PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PFVA	Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PHDA	Punjab Halal Development Agency

PIAIP	Punjab Irrigated Agriculture Investment Program
PKI	Pakistan Kissan Ittehad
PLDBB	Punjab Livestock & Dairy Development Board
PPA	Pakistan Poultry Association
PSDF	Punjab Skills Development Fund
PSMA	Pakistan Sugar Mills Association
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAB	Sugar Advisory Board
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SECMC	Sindh Engro Coal Mining Company
SEPA	Sindh Environment Protection Agency
SHRI	Sindh Horticulture Research Institute
SIDA	Sindh Irrigation and Drainage Authority
SMEDA	Small and Medium Enterprise Development Authority
SPDC	Social Policy and Development Centre
SPFC	South Punjab Forest Company
SPHRRRC	Sino-Pakistan Hybrid Rice Research Centre
SUN	Scaling Up Nutrition
SUPARCO	Space and Upper Atmosphere Research Commission
TCEB	Thar Coal and Energy Board
TDAP	Trade Development Authority of Pakistan
TREA	Thai Rice Exporters Association
UHI	Urban Heat Island
UNEP	United Nations Environment Programme
UNIDO	United Nations Industrial Development Organization
USAID	United States Agency for International Development
USDA	United States Department of Agriculture
WCCIB	Women Chamber of Commerce & Industry, Bahawalpur
WHO	World Health Organization
WHRC	Woods Hole Research Center
WIC	Women, Infants and Children
WMO	World Meteorological Organization
WWF-P	World Wide Fund for Nature-Pakistan

آپ کی سہولت کے لیے

ایک ملین	=	1,000,000	=	دس لاکھ
دس ملین	=	10,000,000	=	ایک کروڑ
ایک بیلین	=	1,000,000,000	=	ایک ارب
دس بیلین	=	10,000,000,000	=	دس ارب
سو بیلین	=	1,000,000,000,000	=	ایک کھرب

ایک ہیکٹر	=	2.471	=	ایکڑ
ایک ٹن	=	1,000	=	کلوگرام

پاکستان کے سیاسی، معاشی و معاشرتی مسائل گھمبیر سے گھمبیر ہوتے جا رہے ہیں۔ خاص کر معاشی ترقی کی دوڑ میں ابھرنے والے سماجی مسائل ایک عظیم شکل اختیار کر رہے ہیں۔ حال احوال کے اس شمارے میں ماحولیاتی مسائل بہت بڑے بیانے پر سامنے آئے ہیں۔ مچھر جھیل میں آؤڈگی مچھلیوں کی بلاکت اور ان کی تعداد میں شدید کی کا باعث بنی ہے۔ یہاں پانی جانے والی بھر پر تنوع حیات میں سے اب بہت سی زندگیاں محدودیت کا شکار ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ آلوڈگی پینے کے پانی پر بھی اثر انداز ہو رہی ہے۔ آبی و مسائل پر تحقیق کے ادارے پاکستان کونسل آف ریسرچ ان وائز ریورس کے مطابق 14 اضلاع سے جمع کردہ پانی کے نمونے ظاہر کرتے ہیں کہ 13 اضلاع کے 75 فیصد پینے کے پانی کے نمونے انسانی استعمال کے لیے غیر موزوں ہیں۔ اسی طرح کراچی سے پانی کے 204 حاصل کردہ نمونوں میں سے 202 انسانی استعمال کے لیے غیر موزوں پائے گئے۔ ایک تحقیق کے تحت ملک بھر سے پانی کے نمونے حاصل کیے گئے اور خبردار کیا گیا ہے کہ پاکستان کے جنوب کے علاقوں میں سکھیا کی مقدار 200 ملی مائیکرو گرام فی لیٹر سے زیادہ پائی گئی ہے۔ ماہرین کے مطابق زیادہ مقدار میں سکھیا کا مستقل استعمال دل اور جلدی امراض کے علاوہ سرطان کا بھی باعث ہے۔

اوپر بیان کردہ مسائل کے علاوہ ماحولیاتی آلوڈگی کے حوالے سے مزید کئی خبریں سامنے آئی ہیں جن میں سمندر میں غلاظت خاص کر کے پلاسٹک پھینکنا، پنجاب میں دھنڈ اور آلوڈگی کے امتراج سے پیدا ہونے والی اسموگ ایسے مسائل ہیں جو کہ ماحولیات کے علاوہ انسانی صحت اور معاشی پیداوار کے لیے بھی نہایت مضر اثرات پیدا کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ملک بھر میں صنعتی ترقی کے لیے جاری ترقیاتی کام بڑھتی ہوئی آلوڈگی کے ذمہ دار ہیں۔ مثال کے طور پر کیمیائی زراعت کے تحت استعمال ہونے والی کھاد سے کافی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اسی طرح تھر میں اینگرو کول مائینگ کمپنی نے زیر زمین نمکین پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے ڈیم کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ گوکہ عوام کی طرف سے اس منصوبے کے ماحولیات پر مکمل اثرات کے حوالے سے شدید غم و غصہ اور احتجاج سامنے آ رہا ہے مگر سندھ ہائی کورٹ بیٹھ

کی تشکیل کردہ کمیٹی نے منصوبے کو محفوظ قرار دے دیا ہے۔ کمال ہے کہ کمیٹی ایک طرف یہ خیال ظاہر کر رہی ہے کہ ڈیم کے خلاف رپورٹ درج کرانے والے مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں اور دوسری طرف یہ تجویز بھی دی گئی ہے کہ ڈیم کلو میٹر کے دائرے میں موجود تمام کنوں کے پانی کی جانچ کو ملکہ نبیاد پر یقینی بنایا جائے۔ متاثرین کا کہنا ہے کہ جانچ کرنے والے کمیشن نے جعلی تحقیقات پر انحصار کرنے کے علاوہ علاقے کا دورہ ہی نہیں کیا بلکہ صرف فضائی معائنے پر اکتفا کیا ہے۔ خبروں کی نبیاد پر حقیقی طور پر تو ظاہر ہے کہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کون صحیح ہے یا کون غلط لیکن اس ملک کی تاریخ سے تو یہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ پاکستانی عوام شدید نا انصافی اور ظلم کا سامنا بہر حال کر رہی ہے، خصوصاً تحریر کے عوام جہاں ہندو برادری کی اکثریت ہے۔ ملک میں موجودہ تحقیق واضح کر رہی ہے کہ پینے کا پانی مضر صحت ہے اور اس پر بھی کوئی خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے جا رہے۔ اب جب کہ یہ نیا مسئلہ کھڑا کیا جا رہا ہے تو کیا واقعی ہر مہینہ پانی کے کنوں کی جانچ پرatal کی جائے گی؟ اور اگر آلو دیگری خاکہ ہو بھی گئی تو کیا پسی ہوئی عوام کے لیے کوئی بہتر اقدامات کیے جائیں گے؟ انہی چار ماہ کی خبریں یہ ثابت کر رہی ہیں کہ ملک کا کوتا کو ناصحتی پیداوار کے نتیجے میں فضلے اور کھرے کے انبار سے متاثر ہو رہا ہے۔ کہیں مردار چھپلیوں کا ڈھیر ہے تو کہیں پانی میں کلورین کے نہ ہونے سے جان لیوا نیکیگیر یا جیسی بیماریاں پھیل رہی ہیں اور کہیں بڑے پیلانے پر ای کولی (E.coli) جراثیم انسانی استعمال کے پانی میں موجود ہیں۔ ایک طرف دوسرے ممالک اپنے دریاؤں کو انسانوں جیسے حقوق دے رہے ہیں اور دوسری طرف ہمارے ملک میں دریا تو دور کی بات شہریوں کے لیے حیوان سے بھی کم معیار زندگی میسر ہے۔ حکومت کی مجرمانہ غفلت اسی تحقیقت سے واضح ہے کہ صوبہ سندھ کے پورے بجٹ میں ماحولیاتی بجٹ کا حصہ صرف 0.11 فیصد ہے۔ ماحولیاتی آلو دیگری اور صنعتی ترقی کو فروع دیتے وقت شاید پاکستان کا حکمران طبقہ یہ بھول جاتا ہے کہ پاکستان بھیل کئی دہائیوں سے موئی بحران کے حوالے سے صرف اول کے ممالک میں شمار کیا جاتا ہے۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان کی غیر منظم اور تیزی سے پھیلتی ہوئی شہری آبادی کو موئی بحران سے شدید خطرات لاحق ہیں۔

پاکستان خاص کر پنجاب حکومت مستقل ”ترقی“ کی ایک سمت اختیار کرتے ہوئے نیوبلر ازم

پر منی سرمایہ داری کو پروان چڑھا رہی ہے۔ آزاد تجارت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ہر شے کو برآمد کرنے پر زور ہے۔ چاہے آم ہو یا کیوں یا کبھو سب کچھ ملک سے باہر بھینے کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ سندھ میں آم میلہ لگ رہا ہے، پھل و بیزی کے شعبہ کویی پیک سے جوڑنے کی درخواست کی جا رہی ہے اور کہیں دیگر ممالک مثلًا چین، انڈونیشیا اور ایران میں زرعی اشیاء کی برآمدات بڑھانے پر سوچ و فکر نظر آتی ہے۔ ثریہ ڈیپنٹ اتحارٹی آف پاکستان ملک کے چھے چھے بشوں سوات، گلگت بلستان یہاں تک کہ آزاد جموں و کشمیر کے چھلوں کو برآمد کرنے پر تاجران کو سہولیات دینے کے راستے ڈھونڈ رہی ہے۔ یہ لکھنا شاید غیر ضروری ہوگا کہ ان اقدامات میں میں لا توانی امدادی ادارے بڑھ کر حصہ لے رہے ہیں جن میں جاپان اٹریشنل کو اپریشن ایجنٹی اور امریکی امدادی ادارہ یا ایس ایڈ کے علاوہ اقوام متحدہ کے کئی ادارے بھی پیش پیش ہیں۔ مثال کے طور پر یا ایس ایڈ کی فراہم کردہ امداد سے بنایا گیا مال مویشی شبک پورے سال گوشت میسر ہوتا ہے۔

کمی تجارتی ادارے کسانوں کے مفادات کے تحفظ کا مطالبہ کرتے ہوئے بھی نظر آ رہے ہیں۔ کوئی پانی اور بجلی کی قیمتوں میں کمی کا مطالبہ کر رہا ہے تو کوئی کپاس کی امدادی قیمت مقرر کرنے پر زور دے رہا ہے۔ افسوس ہے کہ اس قدر مفاہمت پسندانہ مطالے پیش کیے جا رہے ہیں۔ جبکہ یقیناً کسانوں کے مسائل کا حل زمین کے منصافانہ اور مساویانہ بٹوارے کے علاوہ اور کوئی نہیں لیکن منافع کی دوڑ میں حقیقی ترقیاتی منصوبوں کا بھلا کیا ذکر؟ یہاں تو تحریجیے موکی مجرمان کے شکار علاقہ میں چراغاں کی زمین پر بھی جا گیراں کا قبضہ ہے، قانون اور آئین کی پاسبانی اشرافیہ طبقہ کے مفاد کی حفاظت کے لیے تو ہیں لیکن بے زمین مزدور کسان کی سنواری کہاں؟

مزید یہ کہ اگر مفاہمت پسند منصوبے بھی بنائے جاتے ہیں تو وہ بھی چال بازی کے نظر ہو جاتے ہیں۔ خی شعبہ کا عوام کے ساتھ مجرمانہ سلوک تو کئی حوالوں سے عیاں ہو چکا ہے لیکن ایک اور خبر بھی سامنے آئی ہے کہ بیلاس ٹریکٹرز کی تقیم کارکمپنی شہزاد ثریہ انک نے حکومت کے بعد عنوان اعلیٰ افسران

کے ساتھ مل کر 1.45 ارب روپے کی تریکھروں پر دی گئی زر تلافی خود وصول کر لے جبکہ کسانوں کو زر تلافی کے ساتھ تریکھ فراہم نہیں کیے گئے۔

خوارک کی خود مختاری جیسی کسان دوست منصوبہ بندی سے دور ڈالیا گئی اور کے تحت راجح کردہ ٹرپس کے قوانین پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ فور میں کرسچین کالج کے پروفیسران کا اصرار ہے کہ باجنوں نیکنالوجی کو موئی بحران سے نمٹنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ دوسری طرف پلانٹ بریڈر رائٹس ایکٹ 2016 کو فعال کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ٹرپس کے تحت بنائے گئے یہ قوانین کسان دشمن ہیں۔ دنیا بھر میں چھوٹے اور بے زمین کسان ان قوانین کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔

زراعت کو آزاد تجارت کی بھینٹ چڑھا کر ایک گھن چکر بنا لیا جا رہا ہے۔ کہیں کپاس کے جینیاتی بیج کے استعمال سے گرتی ہوئی پیداوار کا سامنا ہے اور بڑی تیزی سے کپاس کا زیر کاشت رقبہ کم سے کم تر ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف مکنی اور گنے جیسی فصلوں کا زیر کاشت رقبہ اور پیداوار دونوں ہی بڑے پیمانے پر بڑھتے جا رہے ہیں۔ سال 2017 میں مکنی کی پیداوار فی ہیکٹر 4,426 کلوگرام سے بڑھ کر 4,596 کلوگرام ہو گئی ہے۔ ایسی ہی کچھ خبریں گنے کے حوالے سے موصول ہوئی ہیں۔ زیادہ پیداوار کی وجہ ہابرڈ بیج اور کھاد کا زیادہ استعمال ظاہر کیا جا رہا ہے۔ خیال رہے کہ بیٹی کپاس کے بیج کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ شروع میں یہ بیج فی ایکڑ 50-70 میں پیداوار دیتا تھا لیکن اب یہ پیداوار 40 من فی ایکڑ پر آگئی ہے۔ گنے اور مکنی کی اضافی کی پیداوار بھی برا آمد کی جانے کی تجویز چیز کی جا رہی ہیں۔ عجب مسئلہ ہے کہ کپاس جو پاکستانی نیکشاہل صنعت سے جزوی ہوئے ہے اور جس کی درآمد پر لاکھوں روپے لگائے جاتے ہیں، شدید بحران کا شکار ہے جبکہ مکنی اور گنا جو کہ نہ ہی غذائی فصلیں ہیں اور نہ ہی صنعت کے لیے بہت مفید، ان کی پیداوار پر زور ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس بحران کے پیچھے بڑے سرمایہ دار ممالک میں نباتاتی ایڈمن کی مانگ ہے؟ اگر ایسا ہے تو بہت سے تنگیں پہلو ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہابرڈ بیج وقتی طور پر زیادہ پیداوار دیتا ہے۔ یہ بیج سرمایہ دار زرعی صنعت کے لیے منافع کمانے کا ایک اعلیٰ طریقہ ہے۔ ہر کچھ سال بعد پرانے بیج ناکارہ ہو جاتے ہیں اور ”تھیں“ کے زور پر نئے بیجوں کی پیداواری شروع کر دی جاتی ہے اور پاکستان کا زر متبادلہ غیر ملکی دیوبھیکل بیج کی کمپنیوں سے

یہ بیچ حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دوسری یہ صنعتی طرز پیداوار کیمیائی مداخل کے بغیر ممکن ہی نہیں جو کہ ماحولیاتی آلوگی اور پاکستان میں تکین صورت اختیار کرتی ہوئی نہادی کمی کی ایک بڑی وجہ ہے۔ ناصرف یہ بیچ ہمارے زر مبادلہ کے ذخائر پر ایک بھاری بوجھ ہیں بلکہ اس سے اہم مسئلہ سیاسی ہے۔ نئے بیچ چاہے وہ جینیاتی ہوں یا ہابرجڑ ٹرپس کی بنیاد پر فتنی ملکیت کے معابر و میں کے بلبوتے پاکستان میں لائے جا رہے ہیں جو بیچ پر کسان کے حق کو مکمل طور پر رد کرتے ہیں اور دیوبیکل بیچ کمپنیوں کو ملک میں بیچ کی منڈی پر کل اختیار فراہم کرتے ہیں۔ حال ہی میں خبر موصول ہوئی ہے کہ کیم چائنا نے 43 ارب ڈالر مالیت کی جرا شیم کش ادویات اور بیچ بنانے والی سوسکمپنی سنجنا کو خرید لیا ہے۔ جب بین الاقوامی زرعی اور بیچ کی کمپنیوں کا اس بیانے پر انضام ہو گا تو ان کی طاقت پاکستان جیسے غریب مالک کے لیے شدید مسائل کھڑی کرے گی کیونکہ یہ اپنی دولت اور منڈی پر قبضے کو استعمال کرتے ہوئے عوام دوست قوانین میں مزید تبدیلی لاکیں گے۔

ایک اور کسان دعوام دشمن معاملہ جو سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ایک طرف کسانوں کو زمین کے حق سے محروم رکھا جا رہا ہے اور دوسری طرف بنا تاتی ایندھن کی پیداوار کے لیے گنا اور کمی کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ کیا جا رہا ہے جس سے خوراک کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ یہ غیر ضروری اجتناس بنا تاتی ایندھن کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں جو کہ یقیناً برآمد کیے جائیں گے۔

کسان آبادیوں میں ایندھن کے لیے گوبر سے بنا تاتی ایندھن (با یو گیس) بنانے کی تجویز ہے۔ گوہ خبر یوں پیش کی جا رہی ہے کہ پاکستان میں مال مویشیوں سے حاصل کردہ صرف نصف گوبر سے 12 ملین مرلچ میٹر با یو گیس ممکن ہے۔ یہ کس کو نہیں پتا کہ ایک دفعہ مفت قدرتی شے سرمایہ داری کی بھینٹ چڑھ گئی تو پھر منافع کی ہوں میں آدھ کلو گوبر بھی آبادیوں میں نہیں چھوڑا جائے گا۔ دو دھن، گوشت، اٹلے، انانج سب کچھ ہی دیکھی کسان آبادیاں پیدا کر کے پاکستانی عوام کو دیتی ہیں لیکن اس حقیقت سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ بھی آبادیاں ان سارے وسائل تک دسترس نہیں رکھتیں۔ ایک دفعہ گوبر منڈی میں بکنے لگا تو کل با یو گیس دیکھی آبادیوں کو بھاری رقم دے کر حاصل کرنے پڑے گی یا پھر رقم نہ ہونے کی شکل میں اس سہولت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہ خبر تو اس دفعہ آہی گئی ہے کہ دیکھی

آبادیاں گھروں کو گرم رکھنے کے لیے لکڑی کا استعمال کرتی ہیں جو جنگلات کم ہونے کی ایک وجہ ہے۔ شاید آنے والے دنوں میں ایسی قانون سازی بھی ہو جائے کہ دیہی آبادیاں قدرت کے دیے گئے ذخیرے سے لکڑی نہیں حاصل کر سکتیں۔ ظاہر ہے کسی نہ کسی طریقے سے تو مزدور آبادیوں کو ان اشیاء کے استعمال سے ہٹانا ہے جو منافع خور طبقے کے لیے نقصان کا باعث ہے۔ یہ حقیقت تو پہلے ہی واضح ہو گئی ہے کہ ہماری حکومت ملک میں بے تھا شہ گندم رکھتے ہوئے بھی عوام کے لیے مفت یا کم از کم سستی گندم فراہم کرنے کو راضی نہیں۔ یہ یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ اس قدر بڑے پیالے پر گئے کی پیداوار کے باوجود ایک طرف پاکستانی عوام چینی مہنگے داموں خرید رہے ہیں اور سونے پر سہاگہ سندھ آبادگار بورڈ چینی برآمد کرنے کے لیے بھی زرقاء کا مطالبہ کر رہا ہے۔ یعنی چینی کی صنعت میں کھلے عام سرمایہ دار اور بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں نے منافع کمانے کے لیے لوٹ مار چکی ہوئی ہے۔

منافع کمانے کے مزید ہتھکنڈوں کو پاکستانی پالیسی سازی میں بڑی "بحمداری" سے داخل کروایا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر دیہی آبادی جو سب سے زیادہ غذائی کمی اور بھوک کا شکار ہے، کے لیے تو بہتر خوارک فراہم کرنے پر زور نہیں لیکن بڑھتی ہوئی شہری آبادی کے لیے خوارک کی فراہمی برقرار رکھنے کے لیے جدید زراعت کا سہارا لیا جا رہا ہے اور کنٹریکٹ فارمنگ یا معابرے کے تحت زراعت کی تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔ ایوان صنعت و تجارت باقائدہ طور پر چھوٹے کسانوں کے لیے کنٹریکٹ فارمنگ کا پرچار کر رہا ہے جس کے تحت کسانوں کو مالی معاوضت اور تکمیلیکی مہارت فراہم کی جا رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کسانوں کو زمین تو ہرگز نہیں دی جائے گی لیکن اس طبقے کو زرعی صنعت میں "اسیبلی لائن" کے طور پر استعمال کرنے کے لیے منصوبہ بندی شروع کر دی گئی ہے۔

ای طرح کے دیگر منصوبے جنگلات کو فروغ دینے کے لیے حکومت پنجاب کے زیر سایہ پیش کیے گئے ہیں۔ سرمایہ کاروں کے تحفظ کے لیے قانون میں تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ پنجاب فورسٹ ایکٹ میں 2016 میں ترمیم کی گئی اور پلک پرائیویٹ پارٹر شپ ایکٹ 2014 میں بنایا گیا۔ جنگلات میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے 2017 میں وجود میں آنے والی سائی تھ پنجاب فوریسٹ کمپنی نے 99,077 ایکڑ زمین پہنچ پر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے حکمران طبقہ کی طاقت کی دوڑ کبھی ختم نہیں ہوتی اس کمپنی

کے چیزیں اولیں احمد خان لغاری ہیں جو جنوبی پنجاب میں لغاری قبلیہ میں اعلیٰ رتبہ بھی رکھتے ہیں اور ایک بڑے جاگیر دار خاندان سے ہونے کے علاوہ اس وقت رکن قومی اسمبلی بھی ہیں۔ گوکہ یہ خبر نہیں دی گئی ہے پر اس کمپنی کی ویب سائٹ پر واضح کیا گیا ہے کہ یہ زمین ڈایرہ غازی خان، راجن پور، مظفر گڑھ، بہاولپور اور رحیم یار خان سے حاصل کی گئی ہے۔ کم از کم راجن پور کے بارے میں تصدیق کے ساتھ یہ لکھا جاسکتا ہے کہ رکھ عظمت والا، راجن پور میں ان زمینوں پر کسان آبادیاں پاکستان بننے سے پہلے سے بیٹھی ہوئی ہیں یعنی کسانوں کو ان زمینوں سے ہٹا کر بے زمین کرتے ہوئے یہاں پر منافع خوری کے خاطر تجارتی جنگلات کو فروغ دیا جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ہمیں جنگلات کا تحفظ اور ان کا رقبہ بڑھانا چاہیے لیکن یہ سب کچھ اگرچہ کمپنیوں اور اشراقیہ طبقہ کے منافع کی حفاظت کے لیے کیا جا رہا ہے تو پھر یہ سلسلہ عوام دشمن، کسان دشمن اور ماحول دشمن ہونے کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہاں اس بات پر بھی توجہ دلانا لازمی ہے کہ ساؤ تھج پنجاب میں ہی محکمہ جنگلات کی ملی بھگت سے 40 ملین مالیت کے کم از کم 12,000 درخت کاٹ کر فروخت کر دیے گئے ہیں۔

یہ پالیسیاں عکایی کرتی ہیں کہ پاکستان کے حکمران عوام کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے کے بجائے زراعت میں ایسی پالیسی سازی پر زور دے رہے ہیں جس سے عوام خاص کر کسان خود مختاری سے دور سے دور ہوتا جائے۔ سی پیک کے حوالے سے ہزاروں ایکڑ زمین چینی کمپنیوں کو فراہم کی جا رہی ہے۔ اس زمین پر نہ صرف جدید صنعتی زرعی پیداوار کی منصوبہ بندی ہے بلکہ ٹیچ اگانے اور مزید قدر میں اضافے کے لیے دیگر پیداواری عوامل کو فروغ دینے کے لیے منصوبے منظر عام پر آگئے ہیں۔ یہ ایک تکمیل دہ حقیقت ہے کہ غیر ملکی طاقتوں شے کو زمین فراہم کی جا رہی ہے لیکن عوام و کسان جب اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو انہیں ملزم قرار دے کر کئی طرح کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں۔ بھارتی جیلوں میں قید مانی گیروں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ دوسرے لفظوں میں عوام ملزم ہے اور غیر ملکی چینی سرمایہ کار اتنے عزیز ہیں کہ ان کی حفاظت کے لیے پاکستانی حکومت نے 15,000 الہکار تک تعینات کیے ہیں۔ شاید اسی لیے گلوبالائزشن ریاست کو سامراجیت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

آج پاکستانی عوام کی مشکل ترین زندگی قطعاً آنکھ سے اچھل نہیں لیکن پاکستانی سرکار کے لیے

یقیناً آنکھ سے اوچل ہی ہے۔ بلوچستان میں 52 فیصد پچھے اپنی عمر کے مقابلے بڑھوٹری میں کمی، 40 فیصد پچھے وزن میں کمی اور 16.2 فیصد پچھے نہادی کمی کا شکار ہیں۔ پورے ملک میں پانچ سال سے کم عمر 44 فیصد پچھے نہادی کمی کا شکار ہیں۔ نہایت سفا کی سے عوام کی ہر تکلیف کو خالم منڈی میں منافع کے ہوس کے لیے بچا جا رہا ہے۔ موکی بحران سرمایہ دار صنعتی پیداوار کو بے دریغ ہوا دے کر بربا کیا جا رہا ہے اور غیر ملکی امدادی ادارے اس بلکتی ہوئی عوام کے خیرخواہ بن کر ان کے ہاتھوں سے ناصرخوارک، بلکہ جنگلات، زمین، مال مویشی، بیج، گور غرض کہ ہر شنے کسی نہ کسی بہانہ چھین رہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی بھوک کی خبروں سے لگتا ہے کہ عوام کسی اور سیارے کی ہے کہ جس سگدی سے ان خبروں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ مراجحت کرنے والوں کو چور، ڈاکو، دہشت گرد گردانا جاتا ہے۔ کچھ اگر امید کی ایک کرن سامنے آئی ہے تو یہ کہ نئی امریکی انتظامیہ کی جانب سے یو ایس ایڈ کے بحث میں کٹوئی کی گئی ہے۔ اس سامراجی ادارے نے پورے ملک خصوصاً پنجاب میں آزاد تجارت کو فروغ دینے کے لیے بڑے پیمانے پر خوارک وزراعت پر اعلیٰ تعلیمی مرائز قائم کیے تھے جو شاید اب امداد میں کمی کی وجہ سے کچھ بحران کا شکار ہیں۔ شاید اب یو لمبل ازم کی پالیسیوں میں کچھ کمی آجائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے عوام دو بڑی سرمایہ دار طاقتیوں یعنی چین اور امریکہ کے بیچ میں واضح طور پر پس رہے ہیں۔ ہماری سرکار دونوں کا ساتھ دیتی نظر آ رہی ہے۔ یقیناً یہ فیصلہ عوام کو ہی کرنا ہوگا کہ اس بخور میں پھنسی رہے یا پھر خود مختاری کی راہ منتخب کرنے کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کرے۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

• چین پاکستان اقتصادی راہداری

خبر کے مطابق ایک چینی سفارتکار نے تصدیق کی ہے کہ دونوں ممالک چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) کے طویل المدت منصوبے (LTP) کو جلد حصی شکل دینے کے لیے کام کر رہے ہیں اور تو قع ہے کہ منصوبے کو 14 اور 15 مئی کو چین میں ہونے والی بیٹ اینڈ روڈ سٹ کے دوران حصی شکل دی جاسکتی ہے جس میں پاکستان شرکت کر رہا ہے۔ CPEC (سی پیک) منصونے کے ڈائریکٹر حسن داؤد بٹ کا کہنا ہے کہ پاکستان پہلے ہی چین کے قومی ترقی کے حجے نیشنل ڈیولپمنٹ اینڈ ریفارم کمیشن (NDRC) کے ساتھ LTP (ایل ٹی پی) کے مسودے کا تبادلہ کرچکا ہے۔ (ڈان، 2 مئی، صفحہ 5)

سی پیک کے حوالے سے لکھے گئے ایک مضمون میں اکشاف کیا گیا ہے کہ سی پیک کے ایل ٹی پی کے تحت ہزاروں ایکڑ زمین چینی کمپنیوں کو بیوں سے لے کر شعبہ آپاشی تک میں آزمائشی منصوبوں کے لیے لیز پر دی جائے گی۔ اس کے علاوہ چینی کمپنیاں اپنے کھیت اور پھل، سبزی اور اجناس کی قدر میں اضافے (پروسنس) کی صنعت بھی قائم کریں گی اور زرعی پیداوار کو ذخیرہ کرنے کے لیے بڑے گودام اور بار برداری نظام بھی قائم کریں گی۔ منصوبہ میں دس اہم شعبہ جات میں 17 منصوبوں کی نشاندہی کی گئی ہے جس میں کے پی کے میں سالانہ 800,000 ٹن پیداواری صلاحیت کا حامل ایک کھاد کا کارخانہ، سکھر میں سالانہ 200,000 ٹن پیداواری صلاحیت کا گوشت کا کارخانہ (پروسنس پلانٹ) اور پنجاب میں 6,500 ایکڑ زمین پر زیادہ پیداوار دینے والے بیجوں کی افزائش کا منصوبہ شامل ہے۔ منصوبے کے تحت ملک بھر میں وسیع تریلی نظام (ٹرانسپورٹیشن نیٹ ورک) اور پھل سبزی و اجناس کے گودام پہلے مرحلے میں اسلام آباد اور گواہر، اس کے بعد کراچی اور لاہور میں تعمیر ہونگے۔ (ڈان، 15 مئی، صفحہ 1)

ڈاں اخبار میں سی پیک منصوبے کے حوالے سے کیے جانے والے انکشافتات کے حوالے سے وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال نے کہا ہے کہ سی پیک کی ایل ٹی پی کوئی تیار مسودہ نہیں ہے بلکہ جاری منصوبہ بندی (live document) ہے اور ضرورت کے مطابق وقت فوت کی جانے والی تبدیلیوں کے لیے دونوں فریقین کے درمیان اتفاق پایا جاتا ہے۔ وفاقی وزیر نے اخبار کی خبر کو جانبدار اور حقائق کے قرار دیتے ہوئے اسے فالتو دستاویز قرار دیا۔ تاہم انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ اس خبر میں حقائق کے منافی کیا اعداد و شمار ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ چینی ترقیاتی بینک (CDB) اور NDRC (این ڈی آر سی) کی ایل ٹی پی کے حوالے سے مرتب کردہ دستاویز کا بنیادی مقصد مشاورت ہے۔ (ڈاں، 16 مئی، صفحہ 5)

ایک مضمون کے مطابق سی پیک کے ایل ٹی پی پرمی دستاویزات CDB (سی ڈی بی) نے 2015 میں تیار کر لیے تھے۔ ایک سال بعد دسمبر 2016 میں دونوں ممالک کی مشترک تعاون کمیٹی (JCC) کے چھٹے اجلاس میں ان منصوبوں کو حصی شکل دیدی گئی لیکن وفاقی وزیر منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال دعوی کر رہے ہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس دستاویز پر نظر ثانی (ترمیم بھی) کی گئی ہے لہذا اصل دستاویز پیش کرنا غیر ضروری ہے۔ سی پیک منصوبہ سے متعلق زیادہ تر معلومات کو خفیہ رکھا گیا ہے۔ ڈاں اخبار میں شائع کی گئی منصوبے سے متعلق خبر میں سے وفاقی وزیر نے صرف نقل و حمل سے جڑے منصوبے میں ترمیم پر تبصرہ کیا ہے اور اخبار میں شائع کیے گئے منصوبے کے دیگر پہلوں پر گفتگو نہیں کی۔ سی پیک کی شفاقت اور دونوں ایوانوں کی کارروائیوں کی تفصیلات بتائی گئی ویب سائٹ پر موجود ہی نہیں ہیں۔ لکنے لوگ ایل ٹی پی کی حقیقت سے واقف ہیں؟ سی پیک کی جزئیات کے بارے میں سینٹ و کاروباری رہنماؤں کو کب آگاہ کیا گیا؟ ہمیشہ سی پیک سے متعلق حکومت کے منتخب کردہ معاملات کی طرف ہی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ ایک اعلیٰ سطح کے سمینار میں ڈاکٹر سہیل صدر کا کہنا تھا کہ ”زراعت سی پیک منصوبہ کا انتہائی اہم ستون ہے۔“ جبکہ سمینار کے دوسرے مقرر سرمایہ کاری بورڈ (BOI) کے سربراہ کا کہنا تھا کہ زراعت میں سی پیک کا کوئی کردار نہیں ہے۔ زرعی شعبہ کے کردار کے حوالے سے حکومتی عہدیداروں کے بیان میں عدم مطابقت پائی جاتی ہے۔ حکومت سی پیک منصوبوں کی تفصیلات عوام کے سامنے پیش کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے

پچھلے دنوں سی پیک کے مکمل بنیادی منصوبے (ماستر پلان) سے متعلق شائع ہوئیوالی خبر کو حکومت خاص طور پر منصوبہ بندی کمیشن نے ”حقائق کے عکس“ کہہ کر مسترد کر دیا تھا۔ تاہم خبر کے منظر عام پر آنے کے بعد سے ہوئیوالی متعدد پیشافت خبر کو درست ثابت کر رہی ہے۔ ماستر پلان میں موجود مختلف منصوبوں کو دیگر پالیسیوں کا لبادہ پہننا کر عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اخبار میں شائع ہونے والے منصوبے کے مطابق زرعی شعبہ سی پیک منصوبے میں چینی حکومت کی اہم ترجیحات میں شامل ہے جبکہ سی پیک کی ویب سائٹ پر زراعت کے حوالے سے کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ حالیہ قومی غذا کی تحفظ پالیسی ظاہر کرتی ہے کہ حکومت پاکستانی زرعی شعبہ میں چینی کمپنیوں کو موزوں ماحول و سہولیات فراہم کرنے میں تیزی سے کوشش ہے۔ پالیسی میں زرعی ترقیاتی زون کی تشكیل چین اور پاکستان کے درمیان زرعی اقتصادی تکنیکی معافات کے موافقوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ تفصیلات کے مطابق راہداری کو نو حصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصے میں مختلف زرعی کاروبار کے لیے موقع موجود ہو گے۔ چین کو درآمد کی جانے والی اشیاء میں انانج، ڈیری مصنوعات، انڈے، شہد، جانور، تمبکو، گوشت، سمندری خوراک، پھل اور میوه جات شامل ہیں۔ پالیسی کے تحت چھوٹے کاروبار، پروسینگ زون کے قیام، ماہر افرادی قوت اور منڈی کے جدید بنیادی ڈھانچے کے ذریعے دیہی کاروبار کے فروع کے لیے سی پیک سے 40 سے زائد اشیاء کے لیے کاروباری انجمنوں کی تشكیل شامل ہے۔ مجموعی طور پر سی پیک سے متعلق زرعی اقتصادی زون کے قیام سے خوراک کی خود مختاری، دیہی آبادی و کسانوں کی بہبود، تنوع حیات کا تحفظ، پائیدار سخت مندی، صاف پانی و ماحول اور خوراک کے نظام کے حصول میں مدد مل سکتی ہے۔ اسکے علاوہ کاروباری لین دین کے لیے پاکستانی معیشت میں چینی کرنی ”یوآن“ کو اہم مقام دینے پر بھی کام جاری ہے۔ (ختم حسین، ڈان، 20 جولائی، صفحہ 8)

NEPRA (نیپر) نے سی پیک کے تحت تغیر ہوئے 15.56 بلین ڈالر کی لاگت کے 19 توائی منصوبوں کی لاگت کا ایک فیصد حفاظتی اخراجات کی میں 20 سے 30 سالوں کے دوران صارفین سے

وصول کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ تو انائی کے شعبہ سے نسلک حکام کا کہنا ہے کہ وفاقی حکومت کے حکم پر نرخوں میں حفاظتی اخراجات شامل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ 19 منصوبوں کی مجموعی لاگت کا ایک فیصد 155.6 ملین ڈالر (تقریباً 17 بلین روپے) بتا ہے۔ نیپر اکا کا کہنا ہے کہ سی پیک منصوبے کے معاهدہ کے آرٹیکل 10 میں واضح ہے کہ پاکستان چینی الہکاروں اور منصوبوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے ضروری اقدامات اٹھایا گا۔ (ڈان، 4 اگست، صفحہ 1)

چین میں تعینات پاکستانی سفیر مسعود خالد نے کہا ہے کہ سی پیک سمیت مختلف ترقیاتی منصوبوں پر چینی باشندے کام کر رہے ہیں جبکہ حکومت پاکستان نے ان کی حفاظت اور سی پیک کے تحفظ کے لیے 30,000 15 الہکار تعینات کیے ہیں۔ اس کے علاوہ چاروں صوبوں نے بھی چینی باشندوں کے لیے 15,000 ہکار تعینات کیے ہیں۔ گزشتہ سال چین نے پاکستان میں 1.8 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے تاہم وہ منصوبے جو پہلے ہی شروع ہو چکے ہیں اور ان پر کام جاری ہے اور وہ منصوبے جن پر ابھی کام شروع نہیں ہوا انہیں بھی شامل کیا جائے تو پاکستان میں چینی سرمایہ کاری 50 بلین ڈالر سے زائد ہے۔ یہ سرمایہ کاری بنیادی ڈھانچے کی تغیر اور تو انائی کی پیداوار تک محدود ہے۔ تاہم چینی سرمایہ کار کپڑے اور غذائی (فود پروسینگ) شعبوں میں بھی سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ (برنس ریکارڈر، 25 اگست، صفحہ 1)

• زمینی قبضہ

بلوچستان:

سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے دفاع نے کوئی میں فوج اور پاکستان فضائیہ کے الہکاروں کی جانب سے مبینہ طور پر زمین پر غیر قانونی قبضے کے معاملے پر ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی ہے جو 60 دنوں میں اپنی رپورٹ پیش کرے گی۔ سینٹر مشاہد حسین کی قیادت میں ہونے والے اجلاس میں سینٹروں کا کہنا تھا کہ کسی کو بھی کسی کی زمین پر قبضے کا حق نہیں ہے۔ سینٹر محمد خان نے فوج اور پاکستان فضائیہ کے نمائندے سے سوال کیا کہ مقامی قبائل کو زمین کی ادائیگی کیے بغیر کس طرح اربوں روپے کی زمین فوج نے اپنی حدود میں شامل

کری؟ اگر فوج زمین حاصل کرنا چاہتی ہے تو مقامی قبائل کو اس کی قیمت ادا کرے۔ (دی ایکپریس

(ٹریبون، 20 جون، صفحہ 9)

سندھ:

سندھ ہائی کورٹ نے میر پور خاص میں شہید محترم بے نظیر بھٹو ناؤن شپ کی تعمیر کے لیے 178 ایکڑ اراضی کی منتقلی (الاٹھنٹ) روک دی ہے۔ درخواست گذار نے موقف اپنایا ہے کہ 282 ایکڑ زمین با غبانی کے تحقیقی ادارے سندھ ہوئی کلچر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (SHRI) کا حصہ ہے جہاں مختلف پہلوؤں اور سبزیوں پر تحقیق اور کاشت کی جاتی ہے۔ درخواست گزار کے مطابق مکمل روپیہ نے 100 ایکڑ زمین غیر قانونی طور پر بے نظیر بھٹو ناؤن شپ کو دی ہے جس نے دو ہفتے پہلے زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور 100 سے زائد قبیتی آم کے درختوں کو کاٹ دیا ہے۔ 282 ایکڑ زمین میں سے 70 ایکڑ پر آم کی 120 اقسام اور 37 ایکڑ پر دیگر سبزیاں کاشت کی گئیں ہیں۔ اس کے علاوہ 51 ایکڑ پر سبزیوں پر تحقیق کا مرکز جگہ 24 ایکڑ پر مال مویشی پر تحقیق کا مرکز قائم ہے۔ عدالت نے چیف سیکریٹری سندھ سمیت دیگر متعلقہ مکملوں کو اس حوالے سے 30 جولائی تک جواب جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ (دی ایکپریس ٹریبون، 22 جون، صفحہ 14)

حکومتی اعداد و شمار کے مطابق سندھ میں زرخیز دریائی (کچے کا) علاقہ تقریباً دو میلیں ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ کچے کا علاقہ دریائے سندھ کے ساتھ بہہ کر آنے والی مٹی کی وجہ سے اپنی زرخیزی میں مشہور ہے۔ یہ اس زمین کی زرخیزی ہی ہے کہ دریائے سندھ کے دوں کناروں کے ساتھ ہزاروں ایکڑ زمین سے پہر، جتوئی، بھٹو اور سید جیسے بااثر خاندان بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کچے کے علاقے کی زمین سندھ کے مکملہ روپیہ، جنگلات اور آپاٹی کی ملکیت ہے۔ سیکریٹری سندھ بورڈ آف روپیہ منور مہیر نے اکٹھاف کیا ہے کہ مکملہ روپیہ پانچ روپے فی ایکڑ مقامی محصول، تمام فصلوں پر 200 روپے فی ایکڑ اور باغات پر 500 روپے فی ایکڑ سالانہ زمینی محصول (لینڈ نگیں) وصول کرتا ہے جبکہ 32 ایکڑ تک باغات کی زمین ان محصولات سے مستثنی ہے۔ اس کے علاوہ مکملہ لیز (چے) پر دی گئی زمین پر سالانہ 10 روپے فی ایکڑ

وصول کرتا ہے۔ صوبائی مکمل جنگلات کے سربراہ کا کہنا ہے کہ مکملہ کی 575,000 ایکڑ زمین میں سے 100,000 ایکڑ پر واقعی جنگلات ہیں جبکہ بقیہ زمین زرعی مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہے یا اس پر باثر افراد کا قبضہ ہے۔ مکملہ جنگلات نے 5-2004 میں بنائی گئی پالیسی کے تحت پانچ سال کے لیے تقریباً 70,000 ایکڑ زمین لیز پر دی تھی۔ پالیسی کے تحت ضروری تھا کہ 80 فیصد زمین زرعی مقاصد کے لیے استعمال کی جائیگی اور بقیہ زمین پر جنگلات لگائے جائیں۔ کچھ کے علاقوں میں ہونیوالی کاشت کو سندھ مکملہ زراعت کی جانب سے فضلوں کی کاشت کے اعداد و شمار میں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ (محمد حسین خان، ڈاں، 24 جولائی، صفحہ 4، پرانی ایڈیشن فائل)

مکملہ روینو تحریک کو چاگاہ کے لیے مختص زمین پر کاشتکاری پر عائد پابندی پر عملدرآمد میں ناکامی کا سامنا ہے اور مکملہ باثر قابض افراد کیخلاف کسی بھی قسم کی کارروائی کرنے سے بھی گریز کرتا نظر آتا ہے۔ بارش پر منحصر 22,000 مرلے کلومیٹر رقبے پر محیط چاگاہوں کا پیشتر حصہ جانوروں کے چارے کی پیداوار کے لیے مختص ہے۔ مقامی سماجی کارکن کا کہنا ہے کہ مکملہ روینو کے حکام کی جانب سے غیر قانونی سرگرمیوں کیخلاف تادبی کارروائی کے لیے کسی قسم کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی۔ انکا کہنا تھا کہ چاگاہ کی زمین کے نصف سے زیادہ حصہ پر باثر افراد کی جانب سے کاشت کی جا رہی ہے۔ (ڈاں، 4 اگست، صفحہ 19)

سندهہ ہائی کورٹ نے صوبائی حکومت کو بے زمین کسان و مزدوروں کی مستقل آبادکاری کے لیے لائچہ عمل اور گوئنڈ آپا ایکیم کے قانون 1987 کے تحت صوبے میں زمینوں کی منتقلی کی دس سالہ رپورٹ جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ضلع تحریک کے تعلقہ چھاچھرو سے تعلق رکھنے والے درخواست گزار نے موقف اپنایا ہے کہ مکملہ روینو کے حکام سیاسی سرپرستی میں چاگاہیں پلاٹ میں تبدیل کر رہے ہیں۔ ایڈوکیٹ ظہیر الدین لغاری نے عدالت کو بتایا کہ برطانوی حکومت نے تحریک لینڈ گرائٹ پالیسی بنائی تھی جس کے تحت چاگاہوں کی زمین دیگر مقاصد کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی۔ انکا کہنا تھا کہ صوبے میں زمین کی دستیابی اور غریبوں کو زمین فراہم کرنے کا قانون ہونے کے باوجود صوبے میں لاکھوں افراد بے گھر ہیں۔ انکا کہنا تھا

کہ اسلامی مملکت پاکستان کا شہری ہوئیکی وجہ سے آئین ہاریوں اور غریب عوام کو وقار اور عزت کے ساتھ جیتنے کی خانست دیتا ہے۔ (دی ایک پریس ریپورٹ، 10 اگست، صفحہ 14)

• زمینی اصلاحات

کراچی میں عوامی ورکرز پارٹی (AWP) کے زیر انتظام منعقد کیے گئے ایک سمینار میں پبلیز پارٹی کے بیانیں تاج حیدر نے کہا ہے کہ زمینی اصلاحات کے حوالے سے بڑے پیمانے پر سماجی شعور کی بیداری موثر ہتھیار ثابت ہو سکتی ہے جو عورتوں کی شمولیت کے بغیر ممکن نہیں۔ پاکستان ان چند ممالک میں شامل ہے جہاں نظام چند افراد کو اجازت دیتا ہے کہ وہ گھر بیٹھے کھتوں میں کام کرنے والے کسانوں کی سخت محنت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس موقع پر بزرل سیکریٹری AWP (اے ڈبلیو پی) حسن عسکری کا کہنا تھا کہ مشرقی پاکستان میں زمینی اصلاحات کی حمایت کی گئی کیونکہ وہاں زمین ماکان کی اکثریت ہندو تھی لیکن مغربی پاکستان میں زمین ماکان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا۔ (ڈاں، 24 جولائی، صفحہ 15)

• جنگلات

اسلام آباد کے میر شیخ انصر عزیز نے کہا ہے کہ جنگل سیکپنی سے حکومت جنگلات کی 118 کنال سرکاری زمین واگزار کروائی جائے۔ 2012 میں سنگانی میں مبینہ طور پر حد بندی میں جعلسازی کے ذریعے جنگلات کے لیے مخصوص 118.4 کنال زمین پارک لائے اسٹیٹ کپنی کو دیدی گئی تھی جس پر 2014 میں ادارہ ترقیات اسلام آباد (CDA) نے اس حد بندی کے خلاف دعوی دائر کیا تھا جس پر کلکٹر نے 2015 میں زمین کی حد بندی کو منسوخ کر کے زمین حکومت کو واپس کرنے کا فیصلہ دیا تھا۔ تاہم کپنی کی جانب سے اپیل کے بعد عدالت نے پھر سے زمین کی حد بندی کا حکم دیا تھا جواب تک نہیں کی گئی۔ (ڈاں، 2 جون، صفحہ 4)

چناب حکومت نے جنوبی چناب میں تجارتی بنیادوں پر جنگلات کو فروع دینے کے لیے جنی و سرکاری شرکت داری کے تحت 99,077 ایکڑ زمین پتے پر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ساؤ تھو چناب فوریت کپنی

(SPFC) کی جانب سے شروع کیے گئے اس منصوبے سے 15,000 ملازمتیں وجود میں آئیں۔ منصوبے سے فضائی میں تقریباً 5.6 ملین ٹن کاربن ڈائی آکسائید (CO_2) کم کرنے میں مدد ملے گی۔ کچھی کے چیزوں میں اور رکن قومی اسپلی اویس لغاری نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ساری دنیا میں تجارتی بنیادوں پر جنگلات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا بھر میں تقریباً 870 ملین ہیکٹر سے زائد زمین جنگلات کے لیے پڑے پر دی گئی ہے اور تجارتی جنگلات کے شعبہ کا جنم 480 ملین ڈالر سے زیادہ ہے۔ پاکستان میں جنگلات کی کثائی کی شرح بلند ہونے کی وجہ سے تجارتی طور پر جنگلات کا فروغ انتہائی ضروری ہے تاکہ ملک میں لکڑی کی طلب کو پانیدار بنیادوں پر پورا کیا جاسکے۔ منصوبے کی نمایاں خصوصیات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انھوں مزید کہا کہ سرمایہ کاروں کے مفادات کے تحفظ کو پنجاب فوریٹ ایکٹ اور پیک پرائیوٹ پارٹنر شپ ایکٹ 2014 کے تحت یقینی بنایا جا چکا ہے۔ (بیان، 1 اگست، صفحہ 20)

پانی

• آپاشی

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے 1991 میں صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم کے معاملے کے بعد سے اب تک سندھ کو مقررہ مقدار سے کم پانی فراہم کرنے پر وفاق کے خلاف زرقاء کے حصول کے لیے مقدمہ دائر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مشترکہ مفادات کونسل کے اجلاس سے پہلے کیے جانے والے جائزہ اجلاس میں مزید کہا کہ سندھ کو اس کے مقررہ حصے سے کم پانی دیا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں سندھ کے کسانوں اور صوبائی حکومت کو بھاری لقصان ہوا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے حکمہ آپاشی سندھ کو 1991 سے 2017 تک کم فراہم کیے گئے پانی کی مقدار کا تعین کرنے کے احکامات دیے ہیں تاکہ اس معاملے کو مشترکہ مفادات کونسل میں اٹھایا جاسکے۔ (ڈان، 2 مئی، صفحہ 3)

ایوان زراعت سندھ (SCA) کے ایک اجلاس میں ایوان کے صدر سید نذیم قمر نے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد

علی شاہ سے پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کے ذمہ دار ملکہ آپاشی کے افران کے خلاف کارروائی کرنے اور یومیہ بیادوں پر پانی کے حوالے درست صورتحال سے کسانوں کو باخبر رکھنے کے لیے ملکہ آپاشی سنده اور ملکہ آپاشی و نکاسی آب سنده (SIDA) میں ایک معلوماتی مرکز قائم کرنے پر زور دیا ہے۔ چیبر کے صدر نے مزید کہا کہ سنده میں پانی کی کمی سے نہر کے آخری سرے کے کسان سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ (بُلُسِ ریکارڈ، 8 مئی، صفحہ 15)

سینٹ کی تائمه کمیٹی برائے پانی و بجلی میں چیبر میں اندرس ریور سٹم اخشارٹی (IRSA) سید مظہر علی شاہ نے وزیر اعلیٰ سنده کی جانب سے عائد کیا گیا پانی کی غیر منصفانہ تقسیم کا الزام مسترد کر دیا ہے۔ چیبر میں کہنا تھا کہ صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم 1991 کے معابدہ کے مطابق جاری ہے۔ صوبوں کی درخواست پر ماہ اپریل کے لیے درکار پانی کی فراہمی کا سلسہ شروع کر دیا گیا ہے۔ تائمه کمیٹی کے رکن سینیٹر تاج حیدر نے خریف کے موسم کے دوران سنده میں 52 فیصد پانی کی کمی کا دعویٰ کیا جبکہ سینیٹر حسن لغاری کا کہنا تھا کہ سنده واحد صوبہ نہیں جو پانی کی کمی کا ٹھکار ہے پنجاب میں بھی پانی کی کمی ریکارڈ کی گئی ہے۔ پانی کو غیر مدد داری سے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ پانی پاکستان میں مفت ملتا ہے۔ (دی ایک پرسنل ٹریبوون، 17 مئی، صفحہ 9)

میر پور خاص ضلعی کونسل کے ارکان نے ملکہ آپاشی حکام پر کاشتکاروں کو پانی فراہم کرنے کے بجائے اسے فروخت کرنے کا الزام عائد کیا ہے۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ نہر کے آخری سرے کے کسانوں کے لیے پیدا کی گئی پانی کی مصنوعی قلت کسانوں کا معاشی قتل ہے۔ ملکہ آپاشی کنالوں کی صفائی، نارا کیتال سے پانی کی بندش، غیر منصفانہ پانی کی تقسیم، پانی کی غیر قانونی فروخت، پابندی کے باوجود دھان کی غیر قانونی کاشت پر کارروائی کرنے میں ناکام ہے۔ پانی کی عدم فراہمی کی وجہ سے دور افتدادہ علاقوں کے آبادگار اپنی زمینیں فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ (ذان، 25 مئی، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق ملک میں پانی کی شدید کمی کے باوجود اس کی ترسیل اور اس کا ذخیرہ حکومتی ترجیحات میں نظر نہیں آتا کیونکہ آبی منصوبوں پر سرمائے کا استعمال کم ہو گیا ہے۔ سال 17-2016 میں حکومت نے آبی شبیے میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے 31.72 بیلین روپے مختص کیے تھے لیکن جوں کے آخر تک کل مختص رقم کا صرف 76 فیصد (24 بیلین روپے) ہی استعمال کیا گیا۔ حکومت نے گزشتہ چار سالوں میں نہ صرف آبی منصوبوں کے لیے رقم کے اجراء میں تاخیری رویہ اختیار کیا بلکہ ان منصوبوں کے لیے مختص رقم میں کٹوتی بھی کی ہے۔ موجودہ حکومت کی ساری توجہ سڑکوں کی تعمیر اور میٹرو بس منصوبے پر مرکوز ہے۔ 2013 میں اقتدار میں آنے کے بعد حکومت نے سال 14-2013 میں آبی منصوبوں کی تعمیر کے لیے 59 بیلین روپے مختص کیے تھے لیکن صرف 35 بیلین روپے ہی استعمال کیے گئے کیونکہ حکومت نے انتہائی ست رفتاری سے رقم جاری کی۔ اسی طرح سال 16-2015 میں آبی منصوبوں کے لیے مختص رقم میں تقریباً 50 فیصد کمی کر کے 30.12 بیلین روپے کرداری گئی جس میں سے صرف 23 بیلین روپے جاری کیے گئے۔ تاہم اب اگلے ماں سال 18-2017 میں آبی منصوبوں کے لیے حکومت نے کچھ اضافے کے ساتھ 36.7 بیلین روپے مختص کیے ہیں۔ (ظفر بھٹہ، دی ایکسپریس ٹریبون، 28 مئی، صفحہ 10)

شاہد جاوید برکی انسٹی ٹیوٹ آف پلیسی کی جاری کردہ رپورٹ (دی ایشٹ آف اکنامی: ایگری کلچر اینڈ واٹر) وضاحت کرتی ہے کہ کس طرح پانی کی ترسیل میں رکاوٹ اور اس کے انتظامی معاملات ملکی زرعی بروہوترا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق دریائے سندھ اور اس کے ذیلی دریاؤں سے 150 میلین ایکٹر فٹ پانی گزرتا ہے جس میں سے تقریباً 104 میلین ایکٹر پانی آپاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور باقی سمندر کی نظر ہوجاتا ہے۔ اسکے علاوہ 60,000 ٹیوب ویلوں کے ذریعے زیر زمین 41.60 میلین ایکٹر فٹ پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ رپورٹ میں پانی ذخیرہ کرنے کی کم ہوتی ہوئی صلاحیت، پانی کی بڑھتی ہوئی طلب، خستہ حال بنیادی ڈھانچے، پانی کی ترسیل پر آنے والی اضافی لگت، زیر زمین پانی کے حد سے زیادہ استعمال جیسے مسائل کو فراہمی آب کی راہ میں حائل اہم رکاوٹیں قرار دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں کم سے کم پانی سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے اصول کو کارگر قرار دیا گیا ہے اور پانی

کے زیاد سے بچنے اور اس کے بنیادی ڈھانچے کی مناسب دیکھ بھال، مزید سرمایہ کاری اور نہری نظام کو مکمل طور پر فعال کرنے کے لیے پانی کی قیمت مقرر کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ امریکی امدادی ادارہ برائے مین الاقوامی ترقی (USAID) کی تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ 50 سالوں میں زیر زمین پانی کے اضافی استعمال سے پانی کی سطح 12 میٹر کم ہو گئی ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 3 جولائی، صفحہ 4، بنس اینڈ فناں)

سنده اسیلی کے اجلاس کے دوران وزیر برائے پاریمانی امور ثار احمد کھوڑو نے بتایا ہے کہ وفاقی حکومت نے پانچ بلین روپے کی ابتدائی لاگت سے منصوبے کا تفصیلی جائزہ و تحقیق کے بغیر تحریم میں کوئی سے تو انائی کی پیداوار کے منصوبے تحریم کوں پاور جزیش یونٹ کے لیے لیفٹ بینک آؤٹ فال ڈرین (LBOFDF) تا نبی سر نہر تعمیر کرنے کی منظوری دیدی تھی۔ یہ منصوبہ تحریم کوں اینڈ انرجی بورڈ (TCEB) کی جانب سے بنایا گیا تھا۔ بعد ازاں منصوبہ محکمہ آپاشی کو منتقل کر دیا گیا۔ محکمہ آپاشی کی منصوبے پر نظر ثانی کے بعد اس منصوبے کی لاگت 12.47 بلین روپے تک جائیگی ہے۔ (ڈان، 1 اگست، صفحہ 18)

• پن بھلی ڈیم

ایک خبر کے مطابق محکمہ پانی و بجلی خیر پختونخوا نے مجموعی طور پر 1,123 میگاوات تو انائی کے پانچ پن بھلی منصوبوں کی ابتدائی (فریمبٹی) رپورٹ مکمل کر لی ہے۔ محکمہ کے عہدیدار کے مطابق مجموعی طور پر 1978 میگاوات تو انائی کی پیداوار کے سات پن بھلی منصوبے سی پیک میں شامل کرنے کے لیے پیش کیے جائیں گے۔ چڑال میں تعمیر کیے جانے والے ان سات منصوبوں پر 6.9 بلین روپے لاگت آئیں گے۔ (ڈان، 2 مئی، صفحہ 10)

وابدأ نے چنیوٹ ڈیم کی تعمیر کے لیے تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ ڈیم کی اونچائی 55 فٹ ہو گی جس میں ایک میلن ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہو گی۔ ڈیم سے 69 میگاوات بجلی بھی حاصل کی جاسکے گی

جو چار سال کی مدت میں تعمیر کیا جائیگا۔ 20 سال قبل اس منصوبے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ تا ہم 2015 میں اس حوالے سے باقاعدہ ابتدائی روپورٹ تیار کی گئی۔ منصوبے کے لیے سرکاری ترقیاتی پروگرام (PSDF) اور واپڈا رقم فراہم کرے گا۔ واپڈا تربیتیان کا کہنا ہے کہ ڈیم کی تعمیر سے سیلا ب سے ہونیوالے نقصانات کو بھی کم کیا جاسکے گا اور پانی ذخیرہ کر کے علاقہ کی زرعی معیشت کو بہتر کیا جاسکتا ہے۔ (دی ایک پریس ٹریڈیون، 24 جولائی، صفحہ 5)

ایک دہائی سے زائد عرصہ سے تاخیر کا شکار کچھی کنال منصوبہ آخر کار اگست کے تیرے ہفتہ میں مکمل ہو جائیگا۔ منصوبے کی تجھیل سے بلوچستان کی 172,000 ایکڑ زمین سیراب ہو گی۔ منصوبے کی مجموعی لاگت میں اضافہ اور تعمیراتی کام میں طویل تعطیل اس منصوبے میں تاخیر کی اہم وجہات ہیں۔ وفاقی حکومت کے تعاون سے منصوبہ کو دوبارہ فعال کرنا ممکن ہوا ہے۔ کچھی کنال منصوبہ بلوچستان میں آپاشی نظام کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ (برنس ریکارڈز، 13 اگست، صفحہ 2)

سرماۓ کی کمی کی وجہ سے ضلع دادو میں نائی گنج ڈیم کی تعمیر چار سال سے تاخیر کا شکار ہے۔ اپریل 2012 میں منصوبہ پر کام شروع کیا گیا تھا جسے اپریل 2015 تک مکمل ہونا تھا۔ تاخیر کی وجہ سے منصوبہ کی لاگت 16.92 بلین روپے سے ہڑھ کر 26 بلین روپے ہو گئی ہے۔ ڈیم کی تعمیر اب جون 2019 تک متوقع ہے۔ (ڈان، 16 اگست، صفحہ 16)

درافت ڈیم:

گزشتہ سال اور رواں سال جاری مون سون بارشوں سے درافت ڈیم میں اتنا پانی ذخیرہ ہو چکا ہے کہ ڈیم سے 25,000 ایکڑ زمین سیراب کرنے کے لیے پانی جاری کیا جاسکتا ہے۔ ڈیم سے پانی فراہم کرنے کے لیے نہری نظام موجود نہیں ہے تاہم پانی کی فراہمی کے لیے عرضی بندوبست کیا گیا ہے۔ ملکہ آپاشی سندھ کے پرنسپل انجینئر زاہد شیخ کا کہنا ہے کہ علاقہ کے لیے قطرہ قطرہ آپاشی یا اسپر نکلر نظام آپاشی کا

تحمیلہ لگانے کے لیے علاقے کے تفصیلی جغرافیائی مطالعہ (topography) پر کام جاری ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جائے گا کہ ڈیم سے پانی کی ترسیل کے لیے کون سا نظام موثر رہے گا۔ ڈیم میں اس وقت 33,000 ایکٹرفٹ پانی دستیاب ہے۔ (محمد حسین خان، ڈان، 7 اگست، صفحہ 4، برس ایڈٹ فناں)

داسو ڈیم:

صلحی انتظامیہ، مقامی عوامیہ اور واپٹا نے برسمیں پین گاؤں کے لوگوں کو آمادہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے گاؤں میں چینی کمپنی کو کام کرنے کی اجازت دیں۔ روایہ سال کے آغاز میں مقامی افراد نے داسو ڈیم منصوبہ پر تعمیراتی کام سے چینی کمپنی کو روک دیا تھا۔ علاقہ مکینوں نے زمینوں کا درست معادضہ اور مقامی لوگوں کو ملازمت دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ صلحی انتظامیہ، مقامی بزرگ اور واپٹا حکام پر مشتمل وفد نے چینی کمپنی کو کام کی اجازت دینے کے لیے علاقہ مکینوں سے رجوع کیا تھا۔ داسو کے استثنی کمشنز نے مقامی لوگوں کو یقین دہانی کرائی کہ حکومت انکے مطالبات پر سمجھیگی سے غور کر رہی ہے۔ (ڈان، 10 اگست، صفحہ 7)

کالا باغ ڈیم:

صدر الیوان صنعت و تجارت لاہور (LCCI) عبدالباسط کا کہنا ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کو ہر سطح پر ایک اہم ہدف کے طور پر دیکھا جانا چاہیے کیونکہ پانی کی زرعی معيشت کے لیے بڑا خطرہ بن گئی ہے۔ کالا باغ ڈیم کی مخالفت کر کے پاکستان مخالف قوتوں کے لیے سہولت کاروں کا کردار ادا کرنے والے عناصر کو بے نقاب کرنا چاہیے۔ ملک کی سب سے بڑی برآمدی صنعت یونیٹس کا انحصار زراعت پر ہے۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں مزید تاخیر سے ملک میں پانی اور بجلی کا بحران مزید سُکھیں ہو جائیگا۔ (دی نیوز، 7 مئی، صفحہ 17)

چیئرمین واپٹا مزمل حسین نے پارلیمانی کمیٹی کو منظر جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں پانی کی شدید نسلت کے نتاظر میں مقاومت کالا باغ ڈیم کی تعمیر انجمنی ناگزیر ہے۔ مجوزہ ڈیم 6.1 ملین ایکٹرفٹ پانی ذخیرہ کرنے اور 3,600 میگاوات بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ عمومی پیشفل پارٹی (ANP) کے

رہنمہ افریسیاب خٹک کا اس حوالے سے کہنا تھا کہ اس منصوبے پر مزید بات چیت نہیں ہوئی چاہیے جسے تین صوبے مسترد کرچکے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہر واپڈا چیئر مین یہ ڈیم بانے کی بات کرتا ہے اور یہ افسوسناک بات ہے کہ یہ بحث اب تک کی جاتی ہے۔ (ڈاں، 29 اگست، صفحہ 5)

دیامر بھاشا ڈیم:

حکومت کی جانب سے دیامر بھاشا ڈیم کے لیے زمین کے حصول کے لیے دی جانیوالی معاوضہ کی رقم ہوٹل ماکان نے مسترد کر دی ہے۔ ہوٹل ماکان نے مناسب معاوضے کی ادنیگی تک جگہ چھوڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ زمین پر چلاس کے مقامی قبائلوں کا اجتماعی حق ہونے کی وجہ سے معاوضہ کے لیے عدالت سے رجوع کرنے کی وجہ سے زمین کے حصول کا کام مزید تاخیر کا شکار ہو رہا ہے۔ چلاس کی مقامی انتظامیہ اور واپڈا کا کہنا ہے کہ معاوضہ بغیر کسی تفریق کے حصول زمین کے قانون (Land Acquisition Act) کے تحت ادا کیا جا رہا ہے۔ (ڈاں، 2 مئی، صفحہ 2)

قومی اسٹبلی کی قائمہ کمیٹی برائے منصوبہ بندی و ترقی کو آگاہ کیا گیا کہ جیجن نے دیامر بھاشا ڈیم منصوبہ کو سی پیک میں شامل کرنیکی پیش کی ہے۔ چیئر مین واپڈا مزل حسین نے بتایا کہ 2006 میں ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) نے منصوبے کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا تاہم دس سال بعد بینک نے یہ کہہ کر سرمایہ فراہم کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ منصوبہ ممتاز علاقے میں واقع ہے۔ سی پیک منصوبوں میں پن بھلی کا کوئی بھی بڑا منصوبہ شامل نہیں ہے لہذا چینی اور پاکستانی حکومت دیامر بھاشا ڈیم کو منصوبہ میں شامل کرنے کے لیے سمجھیگی سے غور کر رہی ہے۔ (دی ایکپریس ٹریپل، 20 جون، صفحہ 10)

• نیلم جہلم

چیئر مین واپڈا مزل حسین نے پیک اکاؤنٹس کمیٹی کو آگاہ کیا ہے کہ آئندہ سال 31 مارچ کو 969 میگاوات کا نیلم جہلم پن بھلی منصوبہ فعال ہو جائے گا۔ روایا سال اکتوبر میں ڈیم میں پانی بھرنے کا عمل

شروع کر دیا جائیگا۔ پانی کے بغیر تربائیں کی آزمائش اگلے سال جنوری میں مکمل کر لی جائیگی جبکہ فروری میں پہلے یوٹ سے بجلی کی پیداوار کا آغاز کر دیا جائیگا۔ (ڈان، 13 جولائی، صفحہ 3)

تریبلہ ڈیم:

IRSA (ارسا) نے تریبلہ ڈیم میں مکمل گنجائش تک پانی ذخیرہ کر لیا ہے۔ تریبلہ ڈیم میں پانی کا ذخیرہ 6.234 ملین ایکڑ فٹ ہے۔ پہاڑوں سے پکھل کر آنے والا پانی دریائے سندھ کی بنیاد ہے لہذا دریا ریت کی بڑی مقدار اپنے ساتھ لاتا ہے اس لیے تریبلہ ڈیم کی پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش تقریباً 40 فیصد کم ہو گئی ہے۔ تریبلہ ڈیم میں 11 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش تھی جواب کم ہو کر 6.434 ملین ایکڑ فٹ ہو گئی ہے۔ (برنس ریکارڈر، 16 اگست، صفحہ 13)

گل پور ڈیم:

بھارتی سرحدی محافظوں کی جانب سے حملے کے خطرے کے پیش نظر 102 میگاوات کے گل پور پن بجلی منصوبے کے انحصار، سامان کے تسلیل کار اور تعمیراتی کام کے ٹھیکیدار نے تعمیراتی کام روک دیا ہے اور علاقہ خالی کر دیا ہے۔ گل پور پن بجلی منصوبہ آزاد کشمیر کے ضلع کوٹلی میں واقع ہے جس کا 40 فیصد کام مکمل کر لیا گیا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے کی جانب سے حفاظتی انتظامات بڑھانے کے باوجود منصوبے کی مرکزی ٹھیکیدار جنوبی کوریا کی کمپنی ڈیلم انڈسٹریل کمپنی لمیٹڈ (Daelim Industrial Co Ltd) نے ملاز میں کی جان کی حفاظت کے پیش نظر علاقہ خالی کر دیا ہے۔ (برنس ریکارڈر، 7 اگست، صفحہ 1)

متفرق

• **پانی کی قلت**

کراچی کی آبی ضروریات پوری کرنے والے انہائی اہم جب ڈیم میں پانی کی سطح انہائی حد تک کم ہو گئی ہے۔ ڈیم میں صرف ایک ماہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پانی موجود ہے۔ جب ڈیم سے کراچی

شہر کو یومیہ 100 ملین گلین پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال ڈیم میں پانی کا ذخیرہ بالائی حد 306 فٹ تک پہنچ گیا تھا جو اس وقت 282.9 فٹ ہے یعنی انتہائی پچھلی سطح (ڈیٹھ لیول) سے صرف پانچ فٹ اونچا رہ گیا ہے۔ ڈیم میں پانی کی کمی کی وجہ سے اب صرف 50 ملین گلین یومیہ پانی کراچی کو فراہم کیا جا رہا ہے۔ (دی ایکسپریس نریبون، 4 جون، صفحہ 1)

گوادر شہر اور اس سے ملحقہ علاقوں کو پانی کی شدید قلت کا سامنا ہے۔ شہر میں پانی کی فراہمی کا واحد ذریعہ آکڑا ڈیم خنک ہو چکا ہے اور ممکن ضروریات کے لیے دور دراز علاقوں سے پانی لانے پر مجبور ہیں۔ 17,000 ملین روپے کی لاگت سے 1991 میں ڈیم کے تعمیراتی کام کے آغاز کے وقت اس کا رقمہ 17,000 ایکٹر پر محیط تھا جو اب 16,000 ایکٹر تک محدود ہو گیا ہے جبکہ آبادی میں تین گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ ماہرین نے ترقیاتی کام، بارشوں کا نہ ہوتا اور آبادی میں اضافے کو گوادر میں پانی کی شدید قلت کی اہم وجہ قرار دی ہے۔ (ڈان، 22 مئی، صفحہ 5)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں 16 ملین افراد کو صاف پانی میسر نہیں ہے۔ عالمی اداروں کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں صاف پانی کی فی کس فراہمی غانہ جنگلی کے شکار ملک شام سے بھی کم ہے۔ آبی وسائل پر تحقیق کا ادارہ پاکستان کو نسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورس (PCRWR) نے پانی کی قلت مزید سمجھنے کی پیشین گوئی کی ہے۔ دریائے چناب اور جhelum پر بھارت کی جانب سے پن بھل منصوبوں کی تعمیر صورتحال مزید گھبیبر ہو سکتی ہے۔ پاکستان کو بھارت کیخلاف قانونی کارروائی کرنے کے بجائے پانی کے زیاب کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کا 97 فیصد پانی زرعی ضروریات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ حکومت نہری نظام میں پانی کا زیاب روک کر آبی قلت کو کم کر سکتی ہے۔ نہروں کی مرمت و مناسب دیکھ بھال کے ذریعے بھی آبی نقصانات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کو زیر زمین پانی کا حد سے زیادہ استعمال روکنے کے لیے عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اسکے علاوہ میکنالوجی کا استعمال بھی پانی کے زیاب کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ (ڈان، 18 اگست، صفحہ 9)

۱۱۔ زرعی مداخل

حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت سے زرعی بڑھوڑی کے ہدف کے حصول اور مناسب قیمت پر پیداوار میں اضافے کے لیے آئندہ بجٹ میں زرعی مداخل کو جزء سینٹر گیس (GST) سے مستثنی قرار دینے کی درخواست کی ہے۔ وفاقی وزارت خزانہ کو لکھے گئے خط میں ملکہ زراعت پنجاب کا کہنا ہے کہ کسان پڑاوی ممالک کے کسانوں کے مقابلے میں مہنگے زرعی مداخل خریدنے پر مجبور ہیں۔ خطے کے دیگر ممالک سے منڈی میں مسابقت کے لیے ضروری ہے کہ حکومت تمام زرعی مداخل پر سے GST (جی ایس ٹی) ختم کر دے۔ (ڈان، 24 مئی، صفحہ 10)

صنعتی طریقہ زراعت

ایک مضمون کے مطابق تیزی سے بڑھتی ہوئی شہری آبادی کو خواراک کی فراہمی برقرار رکھنے کے لیے زرعی اشیاء کی قدر میں اضافے (اگر یکچھ سپلائی چین، مارکینگ) سے ہم آہنگ جدید زرعی طریقوں کی ضرورت ہے۔ ان جدید زرعی طریقوں کے فائدے مالی اور افرادی وسائل رکھنے والے بڑے کاشتکاروں کے پاس ہوتے ہیں جو میں الاقوامی کمپنیوں کا مطلوبہ معیار پورا کر لیتے ہیں۔ تاہم چھوٹا کسان وسائل کی کمی کی وجہ سے زرعی شعبے میں اشیاء کی قدر میں اضافے کی صنعت سے خود کو جوڑنیں پاتا۔ اس کی کو ”معاہدے کے تحت زراعت“ (کنٹریکٹ فارمنگ) جو مالی وسائل اور تکنیکی رہنمائی فراہم کرتا ہے کے ذریعے پورا کیا جاسکتا ہے۔ معاہدے پر بنی زراعت ایک ابھرتی ہوئی تکنیک ہے جس میں معیار، مقدار اور پیداواری قیمت چھوٹے کسان اور معاہدہ کار کے درمیان پیداوار سے پہلے ہی طے کر لی جاتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں چھوٹے کسانوں کی آمدی اور مہارت و صلاحیت میں اضافے کے لیے معاہدے کے تحت زراعت کے رہنمائی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں چھوٹے کسانوں کو مالی معاوضت اور تکنیکی رہنمائی فراہم کر کے میں الاقوامی کمپنیوں کے لیے ضروری زرعی اشیاء اور بڑھتی ہوئی شہری آبادی کی غذائی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔ (معظم علی تارڑ، ڈان، 15 مئی، صفحہ 4 بولنس اینڈ فائلز)

LCCI (ایل سی آئی) کے صدر عبدالباسط نے کہا ہے کہ حکومت کو کسانوں میں جدید میکنالوجی کے استعمال کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور اس حوالے سے کسانوں کو سہولیات فراہم کرنی چاہیے تاکہ کٹانی کے بعد ہونے والے نقصانات کو کم اور زرعی پیداوار میں اضافہ کیا جاسکے۔ چار اہم بڑی فضلوں کی پیداوار میں پاکستان چین اور مصر جیسے ممالک سے تین گناہم پیداوار حاصل کرتا ہے۔ پیداوار میں کمی و مہی آبادیوں میں غربت کی اہم وجہ ہے جبکہ پاکستان کو دیگر ممالک سے اجتناس بھی درآمد کرتا پڑتے ہیں۔ پیداوار میں اضافے کے لیے بڑے پیمانے پر ہابروڈنچ اور مشین زراعت متعارف کر کے، موثر آپاشی نظام بشمول قطرہ آپاشی نظام کو فروغ دے کر اور فصل کو نقصان سے بچانے کے لیے نجی شعبے کے ذریعے مرد خانے اور گودام کی سہولیات کی فراہمی ضروری ہے۔ (ڈاں، 21 جولائی، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق حال ہی میں امریکی ملکہ زراعت (USDA) اور USAID (یو ایس ائی) کے تعاون سے اقوام متحدة کے ادارے عالمی ادارہ خوراک و زراعت (FAO) کی جانب سے زمین کی زرخیزی کے حوالے سے جاری کردہ نقشے (Soil Fertility Atlas) کے مطابق پنجاب میں غیر پائیدار انتظامی طریقوں کی وجہ سے مٹی کی زرخیزی و صحت متاثر ہو رہی ہے جو صوبے میں کیمیائی کھاد کے فروغ کا سبب بن رہی ہے جبکہ کیمیائی کھاد کا استعمال بھی مطلوبہ نتائج کے حصول کے لیے غیر موثر ہے۔ نقشے (اٹس) میں انکشاف کیا گیا ہے کہ زمین میں زرخیزی کے لیے قدرتی اجزاء کے بجائے نائروجن اور فاسفورس کا استعمال اچانک بڑھ گیا ہے جبکہ تابع سے پوشاہیم کا استعمال ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ قلیل غذائی اجزاء (مائکرو نیوٹرنس) اور نامیائی اجزاء کا استعمال کسانوں میں اب عام نہیں ہے۔ نقشہ جات میں پانچ اقسام کی فضلوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ 10 فیصد کسان قدرتی ذرائع سے نامیائی اجزاء استعمال کرتے ہیں جبکہ پنجاب بھر میں 20 فیصد کسان پیداوار کے معیار کو جانے بغیر ہی قلیل غذائی اجزاء استعمال کرتے ہیں۔ نقشہ میں ماحولیاتی معیار، پائیدار مٹی اور اضافی پیداوار کے لیے حکمت عملی مرتب کرنے کے لیے تجدیز بھی پیش کی گئی ہیں۔ (مین احمد، ڈاں، 7 اگست، صفحہ 4، برس ایڈ فائل)

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی درخواست پر FAO (فار) نے پاکستان میں تیج کے شعبے میں شراکتداروں کے درمیان تعاون کو بہتر بنانے کے لیے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ فار حکام کے مطابق اس شعبے میں تربیت یافتہ افرادی قوت کی کمی ہے اور شعبے میں 1976 کے سید ایکٹ میں ترمیم اور پلنٹ بریڈر رائٹس کے قوانین کے نفاذ کے بعد اصلاحات کی ضرورت ہے۔ تکنیکی تعاون پر مبنی اس پروگرام کے تحت تیج کی تصدیق اور اندرج کے وفاقي مجھے فیڈرل سینڈر سٹیکیشن ایڈر جنٹریشن ڈیپارٹمنٹ (FSC&RD) کی تیج اور پودے فراہم کرنے والی کمپنیوں کو سہولیات فراہم کرنے (اور ریگویشن) کی صلاحیت میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دیگر شراکت داروں (تیج کمپنیوں) کی تکنیکی صلاحیت میں اضافے کے لیے ان کی مدد کی جائے گا۔ (ایمن احمد، ڈان، 24 جولائی، صفحہ 4، بنس ایڈ فائلز)

• ہابرڈ تیج

کاشنکاروں نے بیجانی کے موسم میں منڈی میں معیاری مستند تیج کی قلت و عدم دستیابی کی مشکایت کی ہے نیز بڑھتی ہوئی پانی کی قلت اور آبی راستوں کی صفائی کو جاری رکھنے میں حکومتی ناکامی پر چاول کی نصل پر منفی اثرات مرتب ہوئیکا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ سندھ آباد گار بورڈ کے نائب صدر کا کہنا ہے کہ نڈو جام تحقیقی مرکز کی تیار کردہ تیج بازار میں موجود نہیں ہیں۔ طلب کو پورا کرنے کے لیے پنجاب سے غیر مستند تیج کی 25 ہابرڈ اقسام درآمد کرنے سے بازار میں اگنی بھرمار ہے۔ (ڈان، 22 جون، صفحہ 19)

ٹماڑ:

تکنیکیل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، فیصل آباد کے سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے پنجاب اگریکولر ریسرچ بورڈ (PARB) کے تعاون سے ٹماڑ کی دونی اقسام سندر ہابرڈ اور احر ہابرڈ تیار کی ہیں جس کی پنجاب سید کوٹسل نے منظوری دی ہے۔ ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر سعید احمد پختہ کا کہنا ہے کہ ملک میں زیادہ پیداوار دینے اور پیاریوں کے خلاف مزاحمت رکھنے والی ٹماڑ کی اقسام کی کمی ہے۔ ٹماڑ کی مقامی کئی اقسام موجود ہیں

لیکن مقامی ٹھاڑ کی بات کمہ صنعت نہ ہونے کی وجہ سے صورتحال خراب ہو رہی ہے اور بیچ کی ضروریات درآمدی بیچ کے ذریعے پوری کی جاتی ہے۔ ٹھاڑ کی نئی اقسام گرمی اور بیماریوں کے خلاف مزاحمت رکھتی ہیں۔ (دی ایکپریس ٹریبیون، 20 جون، صفحہ 5)

• جینیاتی بیچ

پاکستان گزشتہ سال کیڑے مکوڑوں کے خلاف مزاحمت رکھنے والا (IR) بی ٹی کپاس کی کاشت کے رہنمائی میں بے تحاشہ اضافے کے بعد اب اس کاروبار سے جڑے گروہ (اسٹیک ہولڈر) معاشی فوائد کے لیے اس طرز پر کیڑے مکوڑوں کے خلاف مزاحمت رکھنے والی مکٹی کی جینیاتی اقسام کے فروع پر غور کر رہے ہیں۔ پاکستان دنیا میں جینیاتی فصل کاشت کرنے والے 26 ممالک میں ساتویں نمبر پر ہے۔ جامعہ کراچی میں بین الاقوامی مرکز برائے کیمیائی و حیاتیاتی سائنسز (ICCBS) میں حال ہی میں جاری کردہ رپورٹ گلوبل اسٹیشن آف کمرٹلائزڈ بائیوٹک کراپس: 2016 کے مطابق ملک میں گزشتہ سال کپاس کے زیر کاشت تین ملین ہیکٹر رقبے میں سے 2.9 ملین ہیکٹر (97 فیصد) پر بی ٹی کپاس کاشت کی گئی۔ پاکستان میں کپاس کے تقریباً 725,000 چھوٹے کاشتکاروں نے 2016 میں بھی جینیاتی کپاس کی کاشت جاری رکھی جو گزشتہ سات سالوں سے تجارتی طور پر بی ٹی کپاس کاشت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ بی ٹی کپاس کی کاشت کا نتیجہ 2010 میں 75 فیصد تھا گزشتہ سال سے بڑھ کر 97 فیصد ہو چکا ہے جو کسانوں کا بیٹھی میکنا لوگی پر اعتماد ظاہر کرتا ہے اور ملک میں اس طرز پر جینیاتی مکٹی کی کاشت بھی کروائی جاسکتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق کپاس کے جینیاتی اقسام کے استعمال سے پاکستانی معیشت کو 2010 سے 2015 کے دوران 4.3 بلین ڈالر کا فائدہ ہوا جبکہ صرف 2015 میں ہی 398 ملین ڈالر کا فائدہ دیکھنے میں آیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بی ٹی کپاس کی بڑھوٹی میں بیچ کی جعلی اور غیر معیاری اقسام رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے کپاس کی مطلوبہ پیداوار حاصل نہیں ہوتی۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ کسانوں کی جانب سے کپاس پر بروقت ادویات استعمال نہ کرنے کی وجہ سے کپاس کی فصل پر سندھی خصوصاً گلابی سندھی کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔ حفاظتی اقدامات نہ کیے جانے کی وجہ سے پتہ مروڑ بیماری، سفید مکھی جیسے

یماریاں پھیل رہی ہیں جن کی وجہ سے کپاس کی پیداوار کم رہتی ہے۔ وزارت موسیٰ تبدیلی کی بائیو سیفٹی کمیٹی نے پچھلے سال منظوری کی منتظر زیر التواء 119 کپاس کی جینیاتی اقسام میں سے 32 اقسام کی منظوری دی تھی۔ روپورٹ کے مطابق کمیٹی نے پہلی دفعہ باضابطہ طور پر مونسانٹو کی تیار کردہ کیڑے مکوڑوں اور جڑی بیٹھوں کے خلاف مراجحت رکھنے والی مکنی کی تجارتی طور پر کاشت کی منظوری دے کر فیڈرل سیڈ مٹچلکٹیٹ اینڈ رجسٹریشن کمیٹی کو بھیج دی ہے۔ پاکستان 1.2 ملین ہیکٹر رقبے پر تقریباً پانچ ملین شن مکنی کاشت کرتا ہے۔ روپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ سال 2016 اس حوالے سے اہمیت کا حال ہے کہ اس میں نوبل انعام یافتہ افراد نے ایک بیان میں پہلی بار بائیو میکنا لو جی کی حمایت کی اور اس میکنا لو جی اور گولڈن رائس جو ایک جینیاتی فصل ہے اور ماضی میں متنازعہ رہی ہے کے خلاف تقدیمی نقطہ نظر کی مرمت کی ہے۔ (فائزہ الیاس، ڈان، 30 جولائی، صفحہ 18)

زرعی ماہرین نے دنیا کی بڑھتی ہوئے آبادی کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے بائیو میکنا لو جی اور اس سے ملک ذیلی شعبہ جات سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا ہے۔ جینیاتی میکنا لو جی کے استعمال سے زرعی طریقوں کو تبدیل کر کے پیداوار بڑھائی جاسکتی ہے۔ فور میں کرچین کالج (FCC) لاہور کے بائیو میکنا لو جی کے پروفیسر ڈاکٹر کوثر ملک کا کہنا ہے کہ بائیو میکنا لو جی زرعی بیداوار پر موسیٰ تبدیلی کے اثرات کم کرنے میں کاربن اور مضر گیسوں کے اخراج میں کمی کے ذریعے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اسی طرح بناتا تی اینڈھن (بائیو ٹیوول) کا استعمال کسانوں کو سستی اور تبادل تو ناتی فراہم کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ جینیاتی میکنا لو جی کے ذریعے پودوں اور فصلوں میں تبدیلی کی جاسکتی ہے جس سے ان کی فضاء میں موجود کاربن چذب کرنے کی صلاحیت مزید بڑھ سکتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 اگست، صفحہ 11)

ماہرین کا کہنا ہے کہ حکومت کو پلانٹ بریڈر رائٹس ایکٹ 2016 کو مکمل نعال اور اس کے قانونی اطلاق کو یقینی بناتا چاہیے تاکہ تحقیقی اداروں کو ان کی تحقیقت کے ثمرات حاصل ہو سکیں۔ پلانٹ بریڈر رائٹ ایکٹ گزشتہ سال تشکیل دیا گیا تھا۔ اس قانون کا مقصد تحقیق و نئی اقسام کے فروغ کے لیے کی جانے والی

سرمایہ کاری کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ اس قانون میں نئی اقسام تیار کرنے والوں کو وہنی ملکیت کا حق دیا گیا ہے۔ پلانٹ بریڈرز رائٹس قانون کے مکمل قانونی احراق کے لیے مناسب وسائل مختص کرنے کے ساتھ ضروری ادارہ جاتی انتظامات کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ (بُنسِ ریکارڈ، 29 اگست، صفحہ 4)

کھاد

ایک خبر کے مطابق بجٹ سے قبل کھاد کے شعبہ میں غیر یقینی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اینگرڈ فریٹلائزر کے سربراہ نے کھاد پر نقد رقم کی صورت میں زرتابی فراہم کرنے کے مجائے فروخت پر عائد محصول (سیلز نیکس) میں مکمل چھوٹ دینے کی تجویز دی ہے۔ یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ کھاد کی فروخت کو محصول سے مستثنی قرار دینے میں اتنی ہی کمی ہو گی جتنی زرتابی ادا کرنے سے قیمت کم ہوتی ہے۔ گزشتہ سال حکومت نے کھاد کی فروخت پر عائد محصول کو 17 فیصد سے کم کرے پانچ فیصد کر دیا تھا۔ یہ تجویز حکومت کی جانب سے کھاد کمپنیوں کو زرتابی کی رقم کی ادیگی میں تاخیر کی وجہ سے پیش کی گئی ہے۔ (بُنسِ ریکارڈ، 17 مئی، صفحہ 5)

نیشنل فریٹلائزر ڈیولپمنٹ سینٹر (NFDC) کے اعداد و شمار کے مطابق یوریا کی فروخت میں 108 فیصد ہوا ہے۔ مئی 2017 تک کھاد کی فروخت 521,000 ٹن تھی۔ دوسری طرف ڈائی مونیم فاسفیٹ (DAP) کی فروخت میں ملک بھر میں اس کی طلب میں کمی کی وجہ سے 35 فیصد (69,000 ٹن) کمی واقع ہوئی ہے۔ حکومت کی جانب سے زرتابی کی رقم تاحال ادا نہ کرنے کی وجہ سے تاجر حضرات DAP (ڈی اے پی) کھاد درآمد کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریپیون، 1 جولائی، صفحہ 11)

کھاد کمپنیوں نے وزارت خزانہ اور وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کی جانب سے 10 ڈنوں میں حکومت پر واجب الادا زرتابی کی رقم جاری کرنے کا اعلامیہ (نوٹیفیکیشن) جاری کرنے کی یقین دہانی کے بعد کھاد کی فروخت دوبارہ شروع کریکا فیصلہ کیا ہے۔ زرتابی کا اعلامیہ متعلقہ سرکاری اداروں کی جانب سے تاخیر کا شکار تھا جسے 18-2017 کے بجٹ میں اعلان کردہ زرتابی فراہم کرنے کے لیے جون 2017 سے پہلے

جاری ہوتا تھا۔ کھاد کی صنعت نے زرتابی کی مدد میں واجبات کی عدم ادائیگی کی وجہ سے یوریا کی فروخت بند کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ (ڈان، 5 جولائی، صفحہ 10)

وزارت قومی غذا کی تحفظ و تحقیق نے یوریا کی یوری (50 کلوگرام) پر 100 روپے زرتابی فراہم کرنے کا اعلامیہ چاری کر دیا ہے تاکہ یوریا کی قیمت 1,400 روپے فی یوری سے کم سطح پر رکھی جاسکے۔ اعلامیہ کے مطابق یوریا بنانے والی رجسٹرڈ کمپنیاں اسیٹ بینک کے ذریعے زرتابی کی رقم وصول کر سکیں گی۔ تیار کنندگان حکومت کے منظور کردہ واضح چھپی ہوئی قیمت والی یوریوں میں یوریا تسلیل کریں گے۔ (بیان ریکارڈر،

5 جولائی، صفحہ 5)

ایک مضمون کے مطابق حکومت کی جانب سے زرتابی کی مدد میں کھاد کمپنیوں کو واجب الادا 16.7 بلین روپے روکنے کی وجہ سے کھاد سازوں نے فروخت بند کرنے کی دھمکی دی ہے جس سے دیہی علاقے سماجی اور معماشی طور پر متاثر ہو سکتے ہیں۔ کھاد کمپنیوں کے مطابق حکومت کمپنیوں کی اربیں روپے کی مقرر پڑھ ہے۔ کھاد کی صنعت کا کہنا ہے کہ وہ مزید ان واجبات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حکومت نے سابقہ بجٹ میں 17.16 بلین روپے زرتابی کا اعلان کیا تھا جو واقعی اور صوبائی حکومتوں کو مشترک طور پر کرنا تھا۔ حالات اس وقت پیچیدہ ہوئے جب سندھ اور خیرپختونخوا نے دی جانے والی زرتابی کا حصہ بننے سے انکار کیا۔ خیرپختونخوا نے اپنے حصے کی رقم دینے سے انکار کر دیا اور سندھ نے بھی زرتابی کی رقم کی ادائیگی پر زرتابی کی مدد میں دی جانے والی رعایتی رقم کی وصولی کے لیے کھاد سازوں سامان کی درخواستوں کی تصدیق بند کر دی۔ یوں پنجاب نے بھی کمپنیوں کے کھاد کی فروخت اور زرتابی کی رقم کے دعوؤں کی تصدیق کا عمل سنت کر دیا اور زرتابی کی فرماہی کا عمل بھی سنت ہو گیا۔ کھاد کی صنعت کے مطابق حکومت اینگریز فریلاائزر کی 6.7 بلین، فوجی فریلاائزر کی چھ بلین اور فاطمہ فریلاائزر کی چار بلین روپے کی مقرر پڑھ ہے۔ (احمد فراز خان،

ڈان، 24 جولائی، صفحہ 4، بیان ایڈڈ فائلز)

وفاقی حکومت اور کھاد کمپنیاں زر تلافی کی رقم کی ادائیگی کے حوالے سے مسائل کے حل کے لیے ایک معاهدے پر متفق ہو گئی ہیں جس کے تحت سال 2015 سے 2017 تک واجب الادا زر تلافی کی رقم کے لیے فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) دعوے (کلیم) وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کو بھیجے گا جو فوری طور پر اس رقم کا 80 فیصد جاری کرے گا جبکہ باقی 20 فیصد رقم 90 دنوں میں ادا کی جائے گی۔ (دی ایک پریس ٹریبیون، 1 اگست، صفحہ 10)

ایک مضمون کے مطابق کچھ ممالک میں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کیمیائی کھادوں کا غیر متوازن استعمال زمین کی صحت و زرخیزی اور پیداواری صلاحیت کو متأثر کرتا ہے اور ساتھ ہی فضلوں کی پیداواری لاگت میں اضافے کا سبب بھی ہے۔ ان تمام حقائق کو منظراً رکھتے ہوئے پنجاب حکومت نے گزشتہ سال ایک منصوبے کا آغاز کیا جس کے تحت کسانوں کو زمینی صحت کے حوالے سے ایک کارڈ (سوائل ہیلتھ کارڈ) جاری کیا جائے گا جس میں بہتر پیداوار کے حصول کے لیے زمین میں پائے جانے والے کسی اجزا کی کمی اور اسے دور کرنے کے لیے ضروری کھاد کی مقدار درج ہوگی۔ کارڈ کے ساتھ کسان کو یہ معلومات بھی فراہم کی جائیں گی کہ اس کے زمینی رقبے پر کسی مخصوص فصل کے لیے کتنی کھاد استعمال کرنی چاہیے۔ گزشتہ سال شروع کیے گئے اس پانچ سالہ منصوبے کی لاگت 4.176 بلین روپے ہے۔ پہلے سال (2016-17) صوبے کے 20 فیصد رقبے سے 560,000 مٹی کے نمونے اکٹھے کیے جا چکے ہیں۔ (امجد محمود، 28 اگست، صفحہ 4، بنس اینڈ فانس)

کھاد کی صنعت نے حال ہی میں زر تلافی کے حوالے سے جاری ہونے والے سرکاری اعلامیہ کی ایک شق پر اپنے تحفظات کا انہصار کیا ہے۔ اس شق کے مطابق کھاد کے ہر تقسیم کار (ڈبلر) کو زر تلافی وصول کرنے کے لیے قومی نیکس نمبر (NTN) ظاہر کرنا ہوگا۔ صنعتوں کا کہنا ہے کہ یہ شق قابل عمل نہیں ہے کیونکہ یہ پابندی صرف ان تقسیم کاروں کے لیے زر تلافی کی ادائیگی ممکن بنائے گی جن کا انمارج (رجسٹریشن) مکمل محصولات (نیکس ڈپارٹمنٹ) میں موجود ہے۔ حکومت کو منظراً رکھتا ہوگا کہ تقریباً 90 فیصد چھوٹے تقسیم کار

محکمہ میں مندرج (رجسٹر) نہیں ہیں لہذا وہ زر تلفی کی سہولت کسانوں تک منتقل نہیں کر سکیں گے۔ (دی
ایک پر لیس ٹریبیون، 11 اگست، صفحہ 11)

زرعی مشینزی

• ٹریکٹر

محکمہ اطلاعات سندھ کے جاری کردہ بیان کے مطابق کسانوں کو ٹریکٹر پر زر تلفی دینے کے منصوبے میں اربوں روپے کی بدعوائی کا انکشاف ہوا ہے۔ تحقیقات کے مطابق بیلاس ٹریکٹرز کی پاکستان میں تقسیم کار کمپنی شہزاد ٹریڈ لنک نے 2009 سے 2012 کے دوران زر تلفی کے لیے منت بیے گئے کسانوں کو کم قیمت پر 5,780 ٹریکٹر فراہم کرنے تھے اور حکومت سندھ سے فی ٹریکٹر 300,000 روپے کسانوں کو دی گئی زر تلفی کی مد میں وصول کرنے تھے۔ کمپنی نے محکمہ زراعت سندھ کے تین ڈائریکٹروں کی ملی بحث سے جلسازی کے ذریعے 1.45 بلین روپے کی زر تلفی وصول کی لیکن کسانوں کو زر تلفی کے ساتھ ٹریکٹر فروخت نہیں کیے۔ کمپنی نفت میں ٹریکٹر فروخت کرتی رہی اور رسیدیں کسانوں کے نام پر بنا کر حکومتی زر تلفی وصول کرتی رہی۔ (برنس ریکارڈر، 11 مئی، صفحہ 5)

زر تلفی

حکومت نے بجٹ میں کھاد پر زر تلفی دینے کا اعلان کیا لیکن اس صحن میں نہ تو وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق اور نہ ہی وزارت خزانہ کی جانب سے کسی قسم کا کوئی اعلامیہ جاری کیا گیا ہے۔ گزشتہ سال اعلان کردہ زر تلفی کی مدت 30 جون کو ختم ہو گی ہے۔ اعلامیہ کے اجرا میں مزید تاخیر 156 ملین روپے کی زر تلفی کی رقم قومی خزانے میں واپسی (lapse) کا سبب بنے گی۔ فریڈاائزر میونی فیکچر آف پاکستان ایڈ و ائزری کوسل (FMPAC) کا کہنا ہے کہ پاکستان میں کھاد کی قیمتیں حکومت کی جانب سے زر تلفی دیے جانے کے باوجود پورے خطے میں سب سے زیادہ ہیں اور حکومت گزشتہ دو سالوں سے اپنے کیے گئے وعدے پورے کرنے میں ناکام ہے۔ حالیہ بجٹ میں زر تلفی کے اعلان کے بعد متعلقہ وزارتمں اس پر

عملدرآمد کی ذمہ داری لینے سے بچا گیں گی تو کھاد کی صنعتوں اور درآمد کنندگان سے کس طرح قوع کی جاسکتی ہے کہ وہ یہ ذمہ داری اٹھائیں؟ (ڈان، 30 جون، صفحہ 10)

ائیش پینک کے مطابق گزشتہ سال کے مقابلے جولائی 2016 تا مارچ 2017 کے دوران 100 بلین روپے کی حکومتی زر تلافی سے کسانوں کو فائدہ ہوا ہے۔ زر تلافی سے کپاس، گنا، کمٹی اور چاول جیسی اہم فصلوں کی پیداوار میں جولاٹی تا مارچ واضح اضافہ ہوا ہے۔ بینک کے اندازے کے مطابق اہم فصلیں کاشت کرنے والے کسانوں کو یوریا کے استعمال پر 2,485 روپے جبکہ ڈی اے پی کے استعمال پر 3,473 روپے فی ہیکٹر بچت ہوتی ہے۔ فروخت پر عائد محصول (سیلز نیکس) میں کمی، زر تلافی کی فراہمی اور کھاد کمپنیوں کی جانب سے رضا کارانہ طور پر قیمتوں میں کمی کے نتیجے میں ڈی اے پی کی فروخت میں 18.8 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ زرعی قرضوں کی فراہمی میں بھی گزشتہ سال کے مقابلے 23 فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریپیون، 3 جولائی، صفحہ 11)

زرعی قرضے

وفاقی وزیر قومی غذايی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان یوسن اور قومی اسٹبلی کی قائمہ کمیٹی برائے خزانہ نے بجٹ میں زرعی شعبہ کو نظر انداز کرنے پر غم و غصے کا اظہار کیا ہے۔ قومی اسٹبلی کی قائمہ کمیٹی نے کسانوں کو با آسانی زرعی قرضوں کی فراہمی کے لیے ہر صوبے میں زرعی بینک کے قیام کی تجویز دی ہے۔ کمیٹی میں سکندر حیات خان یوسن کا کہنا تھا کہ بینکاری شعبہ کسانوں کے ساتھ تعاون نہیں کر رہا ہے، کسانوں کو دیے جانے والے قرضوں پر بھاری شرح سود وصول کی جاتی ہے اور زیادہ تر قرضے کسانوں کے بجائے تاجر ووں اور آڑھتیوں کو دیے جاتے ہیں۔ کمیٹی کے اجلاس میں اتفاق کیا گیا کہ صوبوں کو اپنے زرعی بینک قائم کرنے اور کسانوں کو صوبائی سطح پر زر تلافی دینے کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 2 جون، صفحہ 10)

حکومت بلوچستان نے پنجاب بینک اور سندھ بینک کی طرز پر بلوچستان بینک قائم کرنے کے منصوبے کا

اعلان کیا ہے، اس مقصد کے لیے 10 بلین روپے مختص کیے جائیں گے۔ بلوچستان بینک کے قیام سے کسانوں کو مسلسل زرعی قرضے فراہم کیے جائیں گے۔ صوبائی حکمہ زراعت کے مطابق صوبے میں زرعی شعبے کی پسمندگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بینکوں نے اس صوبے کو باقائدہ نظر انداز کیا ہے۔ یہ اب تک واضح نہیں ہے کہ بلوچستان بینک صوبائی حکومت سنادہ بینک کی طرح 100 فیصد اپنے سرمائے سے قائم کرے گی یا دیگر ذرائع سے۔ اس کے علاوہ صوبے میں زراعت کو بہتر بنانے کے لیے صوبائی حکومت نے ڈیرہ گلٹی میں 57,000 اکیڑ زمین زیر کاشت لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس منصوبہ کے لیے آٹھ بلین روپے کی رقم صوبائی زرعی بحث سے فراہم کی جائیگی جبکہ مال مویشی شعبے کے فروغ کے لیے 2.81 بلین روپے مقرر کیے گئے ہیں۔ صوبے میں پانی کی نقصت زراعت و مال مویشی شعبے کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے جس پر بحث تقریر میں بات نہیں کی گئی۔ (محی الدین عظیم، ڈاں، 19 جون، صفحہ 4، بنس ایڈ فائن)

ایک خبر کے مطابق وزیر اعلیٰ پنجاب کے کسان پیچ کے تحت ضلع فیصل آباد میں اب تک 7051 کسانوں میں 525.18 ملین روپے کے بلا سود زرعی قرضے تقسیم کئے جاچکے ہیں۔ ضلع کے زمینی اندراج کے کپیوٹرائزڈ مرکز میں بلا سود قرضوں کے لیے کسانوں کے اندراج کا عمل جاری ہے۔ ڈپٹی کمشنز سلمان غنی نے کسان پیچ کے جائزہ اجلاس میں قرض فراہم کرنے والے بینکوں کے نمائندوں کو کہا ہے کہ وہ کسانوں کو قرض کی فراہمی اور زیر غور درخواستوں کے تمام اعداد و شمار فراہم کریں۔ (بنس ریکارڈ، 30 جولائی، صفحہ 3)

زرعی قرضوں کے حوالے سے اسٹیٹ بینک کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق مالی سال 2016-2017 میں بینکوں نے اپنے مقررہ ہفت 700 بلین روپے کے مقابلے 704.5 بلین روپے کے زرعی قرضے جاری کیے جو گزشتہ سال کے مقابلے 17.8 فیصد زیادہ ہیں۔ قرض حاصل کرنے والے کسانوں کی تعداد بھی جو گزشتہ سال 2.4 ملین تھی اس سال بڑھ کر 3.27 ملین ہو گئی ہے۔ (ڈاں، 27 جولائی، صفحہ 10)

ایک مضمون کے مطابق حکومت پنجاب نے مالی سال 2017-2018 کے لیے 25,000 سے 40,000 روپے فی

ایکڑ بلا سود قرضہ فرماہم کرنے کے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ ان زرعی قرضوں پر 17 بلین روپے کا سود پنجاب حکومت ادا کرے گی۔ یہ قرضہ جات انداز شدہ چھوٹے کسانوں کو فرماہم کیے جائیں گے جو 12.5٪ ایکڑ سے کم زرعی زمین رکھتے ہیں۔ یہ قرضہ اسارت موبائل فون پر رقم کی ادائیگی کے طریقہ کار کے ذریعے فرماہم کیا جائے گا۔ ایک کسان کو زیادہ سے زیادہ پانچ ایکڑ زمین پر قرضہ فرماہم کیا جائے گا۔ دیگر ممالک میں مقامی سماجی، ثقافتی اور اقتصادی حالات پر غور کئے بغیر اس قسم کے چھوٹے زرعی قرضوں کی فرماہمی کے منصوبوں کی ناکامی کے شواہد موجود ہیں۔ اس کی ایک حالیہ مثال بھارت کی ہے جہاں کئی ریاستوں میں کسان اپنے قرضہ جات معاف کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں کیونکہ وہ اپنی پیداوار کی منڈی میں قیمت کم ہونے کی وجہ سے قرض واپس کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کے علاوہ اس طرح کے قرضہ جات کے غلط استعمال کی کئی سماجی اور معاشی دجوہات موجود ہیں۔ دبیہ معيشت کا انحصار قرض کے نظام پر ہے اور جب نقد کی صورت میں قرض حاصل ہوتا ہے تو سماجی ذمہ داریوں کو ترجیح دی جاتی ہے کہ جیسے بیٹیوں کی شادی اور ان کے جیزی کا بندوبست وغیرہ۔ زرعی قرضوں کی فرماہمی کے کوئی نتائج برآمد نہ ہونے کی ایک اور وجہ پالیسی سازوں کا یہ سمجھنا ہے کہ پیداوار میں کمی قرضوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے ہے جبکہ ان سرکاری قرضوں کی عدم دستیابی کی صورت میں بھی دبیہ معيشت چلتی رہتی ہے اور حکومتی قرضوں کی فرماہمی یا عدم فرماہمی دونوں صورتوں میں پیداوار کا فرق تقریباً ایک جیسا ہی رہتا ہے۔ پیداوار میں حقیقی اضافہ شرعی شعبے میں جدید نیکنالوچی کے استعمال سے آتا ہے جو کسان ان قرضہ جات سے حاصل نہیں کر سکتے۔ (معظم علی تاریخ، ڈان، 24 جولائی، صفحہ 4، پرانی ایڈ فناں)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

پنجاب حکومت نے سال 2017-18 کے لیے کپاس، چاول، گنا اور چارے سمیت خریف کی فصلوں کا پیداواری ہدف مقرر کر دیا ہے۔ کپاس کا پیداواری ہدف چھ ملین ایکٹر رقبے پر 10 ملین گھنٹیں مقرر کیا گیا ہے جبکہ چاول 4.4 ملین ایکٹر رقبے پر 3.5 ملین ٹن کاشت کیا جائے گا۔ گنا 1.8 ملین ایکٹر رقبے پر کاشت کیا جائے گا تاکہ صوبے میں قائم 45 شوگر ملوں کو گنا فرماہم کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ مویشیوں

کے لیے چارہ 2.2 ملین ایکڑ زمین پر اور دیگر اہم فصلیں اور سبزیاں ایک ملین ایکڑ زمین پر کاشت کی جائیں گی۔ (برنس ریکارڈر، 6 منی، صفحہ 9)

اقوام متحدہ کے ادارہ فاؤ کے مطابق پاکستان میں سال 2017 میں گندم کی پیداوار بہتر ہے اور 25.1 ملین ٹن پیداوار متوقع ہے۔ یہ پیداوار پچھلے سال کے مقابلے کم ہے لیکن پچھلے پانچ سالوں کی اوسط پیداوار سے بہتر ہے۔ پیداوار میں معمولی کی کی وجہ بارانی علاقوں میں گندم کی کاشت کا کم ہونا ہے کیونکہ تمبر سے دسمبر 2016 تک باشیں کم ہوتی تھی۔ گندم کی کثائی سندھ میں تقریباً مکمل ہو چکی ہے جبکہ شمالی پنجاب میں کثائی کا سلسلہ جون کے وسط تک جاری رہے گا۔ تاہم وزارت قومی خزانی تحفظ و تحقیق 22.2 ملین ایکڑ رقبے پر 26.1 ملین ٹن سے زیادہ گندم کی پیداوار کی توقع کر رہی ہے۔ پچھلے سال کے 4.3 ملین ٹن ذخیرے کے ساتھ مل کر ملک میں تقریباً 30.4 ملین ٹن گندم دستیاب ہو گا۔ سال 2017 کی خریف کی اہم فصل مکنی ہے جس کی 1.2 ملین ہیکٹر رقبے پر کاشت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ اچھے موئی حالات کی صورت میں مکنی کی 5.5 ملین ٹن پیداوار ہو گی۔ چاول کے حوالے سے ادارے نے 10.3 ملین ٹن پیداوار کی پیشگوئی کی ہے۔

(ذان، 13 منی، صفحہ 10)

ایک مضمون کے مطابق شاہد جاوید برکی انسٹی ٹیوٹ آف پلک پالیسی کی حالیہ رپورٹ دی اٹھیٹ آف اکنامی: ایگری کلچر اینڈ واٹر (2016) میں پاکستان کے زرعی شعبے کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ گزشتہ دہائی میں زرعی ترقی کی شرح صرف دو فیصد رہی ہے اور اس دوران اہم فصلوں کی قدر میں اضافے (ویلیو ایڈیشن) کی شرح صرف 1.5 فیصد رہی ہے۔ پاکستان 30 ملین ٹن سے زیادہ تازہ پھل اور سبزیاں پیدا کرتا ہے لیکن معیار کے حوالے سے درپیش مسائل کی وجہ سے اپنی زیادہ تر پیداوار عالمی منڈی میں برآمد نہیں کر سکتا۔ رپورٹ کے مطابق بغلہ دیش ایک ملین کپاس کی گاٹھوں پر قدر میں اضافے (ویلیو ایڈیشن) کے ذریعے چھ ملین ڈالر کماتا ہے جبکہ پاکستان کپاس کی اتنی ہی مقدار سے صرف 1.5 ملین ڈالر کماتا ہے۔ اگر تاریخی پس منظر دیکھا جائے تو یہ مسائل پالیسی سازوں کی وجہ سے ہیں جس میں صرف زرعی

پیداوار میں اضافے پر توجہ مرکوز رکھی گئی جبکہ عالمی میشتوں نے خود کو معیار کی طرف منتقل کیا۔ (احمد فراز خان، ڈان، 19 جون، صفحہ 4، برس ایڈٹ نائن)

غذائی فصلیں

• گندم

ڈپی کمشنر حیم یار خان سفراط امان رانا نے تاجر ووں اور آڑھتیوں کو پارداہنے چاری کرنے پر محکم خواراک کے دو الہکاروں کو معطل کر دیا۔ اس کے علاوہ دس افراد کو غیر قانونی طور پر سرکاری نرخ سے کم قیمت پر گندم خریدنے پر گرفتار کر لیا گیا۔ ضلع میں کسانوں کی طرف سے متعدد گندم کی خریداری مراکز پر بد عنوانی کی شکایت کی گئی تھی جس پر ایسے 10 مراکز پر چھاپہ مارا گیا۔ معطل کیے گئے عہدیداروں سے حاصل معلومات پر ہی دس افراد کو گرفتار کیا گیا جو کم قیمت پر گندم خرید کر سرکاری بارداہنے میں بھر رہے تھے جن سے بارداہنے برآمد کر کے ملزم ان کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ (ڈان، 8 مئی، صفحہ 6)

اپسیس ایڈٹ اپر ایماؤنٹر ریسرچ کمیشن (SUPARCO) کی رپورٹ کے مطابق بارانی علاقے اس سال گندم کی بولائی کے وقت نشک سالی سے متاثر ہوئے ہیں جس سے ان علاقوں میں گندم کا زیر کاشت رقبہ 20 فیصد کم ہوا ہے۔ زیر کاشت رقبے میں کمی کی وجہ سے بارانی علاقوں میں گندم کی پیداوار میں 30 سے 40 فیصد کمی ہو سکتی ہے۔ بارانی علاقوں میں عموماً 1.6 سے 2.0 ملین تن گندم کی پیداوار ہوتی ہے لیکن اس سال پیداوار میں واضح کمی ہو سکتی ہے۔ گندم کی کل پیداوار میں بارانی علاقوں کا حصہ 10 فیصد ہے۔ (ڈان، 17 مئی، صفحہ 5)

بلوچستان حکومت نے جعفر آباد، نصیر آباد، جھل مگسی، صبت پور سمیت دیگر اضلاع میں 1.6 ملین گندم کی بوریاں خریدنے کے لیے 15 مراکز قائم کیے ہیں۔ سیکریٹری محکم خواراک نور احمد پارکانی کے مطابق بلوچستان حکومت نے 1,300 روپے فی من گندم کی قیمت مقرر کی ہے۔ وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر ان علاقوں

میں گندم کی خریداری کا عمل پہلے ہی شروع ہو چکا ہے جہاں گندم کی فصل تیار ہو چکی ہے۔ بارداشت صرف زمین مالکان کو فراہم کیا جائے گا اور اس حوالے سے کوئی کوتا ہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ (ڈان، 30 منی، صفحہ 5)

• دلیل

ایک مضمون کے مطابق دالوں کی گرفتی ہوئی پیداوار اور اس کی درآمد پر ہونیوالے زرماں والے کے بھاری اخراجات کے تناظر میں حکام کسانوں کو دالوں کی پیداوار کی طرف متوجہ کرنے کے لیے دو بلین روپے کی لاگت کا منصوبہ وضع کر رہے ہیں۔ وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے ذرائع ابلاغ کو آگاہ کیا کہ اس منصوبے کے تحت دالوں کے بیج کی نئی اقسام تیار کی جائیں گی اور کسانوں کو دالوں کی پیداوار میں اضافے کے لیے مراعات دی جائیں گی۔ گزشتہ چار سالوں میں چنے کی دال سمیت دیگر دالوں کا اوسمی زیر کاشت رقبہ جو 2013 میں 1.25 ملین ہیکٹر تھا کم ہو کر 1.15 ملین ہیکٹر رہ گیا ہے۔ کراچی والا ہور کی تھوک منڈیوں کے بیوپاریوں کا کہنا ہے کہ درآمد شدہ دالوں کی قیمتیں اکثر مقامی دالوں کی قیمتوں کے مقابلوں میں کم ہوتی ہیں جس کے نتیجے میں منڈی میں ان کی طلب میں کم کسانوں کی مایوسی کا سبب بنتی ہے۔ محکمہ ذراعت سندھ کے حکام کا کہنا ہے کہ وہ اس طرح کے کسی منصوبے سے لامع ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ اس منصوبے کا اعلان اگلے بجٹ میں کیا جائے۔ (محی الدین اعظم، ڈان، 1 منی، صفحہ 4، برس ایڈیشن فانس)

پھل سبزی

ماہرین کے مطابق چترال کے جنگلات میں موسمی تبدیلی، جنگلات کی کثافتی اور مویشیوں کے کھلے عام چرنے کی وجہ سے کھبی (morels/mushrooms) کی پیداوار میں کمی ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے اعداد و شمار جمع کرنے والے حکومتی ادارے کی ایک رپورٹ کے مطابق کھبی کی پیداوار میں ہونے والی کمی کی شرح 25 فیصد سالانہ ہے۔ کھبی ضلع چترال کے مختلف علاقوں میں پیدا ہوتی ہے اور کمی خاندانوں کی آمدنی

کا اہم ذریعہ ہے جو اسے جنگلوں سے جمع کرتے ہیں۔ کھبی کی چنانی کا موسم اپریل سے شروع ہو کر دو مہینے تک جاری رہتا ہے جنہیں مقامی لوگ جمع کر کے منڈی میں فروخت کرتے ہیں۔ روزگار کے حوالے سے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم کے اعداد و شمار کے مطابق چڑال کے علاقوں بجوریٹ، مولن گول، گولین، ششی کوہ اور ارسون سے چھ سے آٹھ ٹن کھبی جمع کی گئی۔ تازہ کھبی مقامی دکاندار 1,000 سے 1,200 روپے فی کلو خریدتے ہیں جبکہ یہی کھبی خٹک کرنے کے بعد ملکی منڈی میں 6,000 روپے فی کلو فروخت ہوتی ہے۔ حکم جنگلات کے ایک عہدیدار اعجاز احمد کا کہنا ہے کہ کھبیوں کی پائیدار کاشت، اسے خٹک کرنے اور اس کی منڈی میں اضافے کے حوالے سے گزشتہ دوساروں سے لوگوں کو تربیت فراہم کی جا رہی ہے۔ (ڈان، 30 مئی، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق حکومت نے لازمی غذائی اشیاء کی درآمد پر محصول میں اضافہ کر دیا ہے۔ درآمدی محصل کے استعمال میں اضافے کو روکنے کے لیے FBR (ایف بی آر) نے موجودہ درآمدی محصول (ریگولیٹری ڈیٹی) 10 فیصد سے بڑھا کر 25 فیصد کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ انڈے کی زردی کی درآمد پر پانچ فیصد جبکہ دہی، مکھن اور پنیر کی درآمد پر محصول 15 فیصد سے بڑھا کر 20 فیصد کر دیا ہے۔ تازہ چپلوں کی درآمد پر بھی محصول 15 فیصد سے بڑھا کر 20 فیصد کر دیا گیا ہے۔ ان چپلوں میں انساں، مالٹا، کینون، تربوز، انگور، خربوزہ، سیب، ناشپاتی، آڑو، اسٹر ابری بھی شامل ہیں۔ سبزیوں، خٹک چپلوں، مکروہی، پاستہ، لیکٹ اور پاپے کی درآمد پر بھی محصول 15 فیصد سے بڑھا کر 20 فیصد کر دیا گیا ہے۔ (ڈان، 31 مئی، صفحہ 10)

سنندھ آبادگار بورڈ، SCA (ایسی اے) اور سنندھ آبادگار اتحاد کے ایک مشترکہ وفد نے وزیر اعلیٰ سنندھ سید مراد اعلیٰ شاہ سے ملاقات کی۔ وفد نے وزیر اعلیٰ سے بھارت سے درآمد کی جانے والی سبزیوں پر پابندی لگانے، اس کے ساتھ حکومت کی جانب سے دی جانے والی زرトラ فی کی منصافتہ تنقیم اور صوبائی پھل اور سبزی کے شعبے کو سی پیک سے جوڑنے کا مطالبہ کیا۔ شوگر ایڈو ایزرنی بورڈ (SAB) کے نائب صدر محمود نواز شاہ کا کہنا تھا کہ ڈرپ سسٹم جو کہ حکومت نے کسانوں کے ساتھ اشتراک کے بعد لگایا ہے وہ

کسانوں کو مہنگا پڑ رہا ہے۔ پرانیویٹ کمپنیاں اس سسٹم کو نصب کرنے کے لئے 150,000 روپے وصول کر رہی ہے جبکہ حکومت 120,000 روپے جس میں 40 فیصد کسان کا حصہ ہے۔ وزیر اعلیٰ نے وفد سے کہا کہ صوبے کا بیڑیوں اور چپلوں کا شعبہ وسطی ایشیاء کے مالک، روس اور مشرقی یورپ کو بآمدات میں اضافہ کیا سکتا ہے۔ سندھ آبادگار بورڈ کے صدر عبداللہ مجید نظامی کا کہنا تھا کہ موسم میں ہونے تبدیلیوں کے حوالے سے حکومت اس مسئلے کو سنجیدگی سے لے اور کاشتکاروں کو اس کے مطابق معلومات فراہم کریں۔

(ڈان، 1 جون، صفحہ 10)

• آم

ایک خبر کے مطابق اس سال ملک میں آم کی پیداوار میں واضح کمی ہو گئی کیونکہ موسمی تبدیلی کے اثرات نے خصوصاً جنوبی پنجاب کے زیادہ تر باغات کو بڑی طرح متاثر کیا ہے۔ گزشتہ سال ملک میں آم کی پیداوار 1.7 ملین ٹن تھی جس میں سے دو تہائی پنجاب اور ایک تہائی سندھ میں پیدا ہوتا ہے۔ کاشتکاروں اور ماہرین کو خدشہ ہے کہ اس سال آم کی پیداوار سالانہ اوسط پیداوار سے بھی کم ہو گی۔ تاہم سندھ میں صورتحال اتنی خراب نہیں ہے۔ (ڈان، 9 مئی، صفحہ 2)

وزیر زراعت سندھ سہیل انور سیال نے میر پور خاص میں سہہ روزہ 52 ویں سالانہ آم میلے کا افتتاح کر دیا۔ افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صوبائی وزیر نے کہا کہ سندھی آم پاکستان کی پیچان ہے اور صوبائی حکومت اس کی پیداوار میں اضافے کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ صوبائی وزیر نے مزید کہا کہ صوبائی حکومت نے زرعی شعبے کے فروغ کے لیے خلیفہ رقم خرچ کی ہے۔ اس مقصد کے لیے بجت میں بھاری رقم منصس کی گئی اور کسانوں کو مراءات فراہم کی گئیں کیونکہ کسان ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ (ڈان، 10 جون، صفحہ 19)

آم کے تحقیقی مرکز میانگوریسرچ ایشیشن (MRS) کے گمراں عبد الغفار گریوال کے مطابق جنوبی پنجاب میں

رہائشی منصوبوں کی وجہ سے آم کے باغات کم ہونے کے باوجود آم کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ماضی میں آم کی پیداوار میں بہتری اور زیر کاشت رقبے بڑھانے میں زیادہ وچھپی نہیں لی جاتی تھی لیکن اب اس پھل کی طرف زیادہ توجہ دی جا رہی ہے کیونکہ آم کی برآمد سے اب زیادہ آمدنی حاصل ہو رہی ہے۔ سال 2011-2012 میں صوبے میں آم کے باغات 117,000 ہیکٹر زمین پر پھیلے ہوئے تھے جو 2015-2016 میں 180,000 ہیکٹر پر پھیل گئے ہیں۔ آم کی کاشت ایک صنعت میں تبدیل ہو رہی ہے جس سے کاشتکاروں کو واضح منافع حاصل ہو رہا ہے۔ ماہرین کے مطابق پنجاب حکومت اور غیر ملکی امدادی اداروں کی جانب سے کئی منصوبوں کے ذریعے معیاری آم کی پیداوار کے لیے کسانوں کو ضروری سہولیات اور تربیت فراہم کی گئی ہے۔ (ڈاں، 21 جون، صفحہ 19)

• کھجور

پیپلز پارٹی سندھ کی نائب صدر اور رکن قوی اسلامی نفیسہ شاہ نے خیر پور میں کھجور کے کاشتکاروں کے ساتھ ہونے والے ایک اجلاس میں کہا ہے کہ پاکستان کھجور کی پیداوار اور برآمد کرنے والا دنیا کا پوچھا بڑا ملک ہے۔ ملک میں ہزاروں ہیکٹر زمین پر کھجور کاشت ہوتی ہے جس میں خیر پور کا علاقہ مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ نفیسہ شاہ کا کہنا تھا کہ کھجور کے کاشتکاروں کو حکومت کی جانب سے زرقاء دینی چاہیے اور کھجور کی فصل کو بیماریوں، بارشوں، جراشی محوالوں اور دیگر نقصانہ اثرات سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے مزید اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ کاشتکاروں کو بلاسود قرضے بھی فراہم کیے جانے چاہیے۔ انہوں نے کھجور کی پیداوار میں تحقیق و تجربے کے لیے جدید لیہاڑی، سرد خانے کے قیام کے ساتھ ساتھ کاشتکاروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے جدید نیکنالوگی کے استعمال پر زور دیا ہے۔ اس موقع پر کاشتکاروں نے کھجور کی قیمت میں کمی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ کاشتکاروں کو فصل پر جراشی محوالے سے بچاؤ کی تربیت نہیں دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ بھاری نقصان کا شکار ہو رہے ہیں۔ (ڈاں، 21 جون، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان کھجور پیدا کرنے والے دنیا کے بڑے ممالک میں شامل ہے۔ کھجور کی سب

سے زیادہ پیداوار سنده میں ہوتی ہے جہاں 75,000 ایکڑ پر کھجور کاشت ہوتا ہے۔ سنده میں کھجور کی 200 سے زائد اقسام پیدا ہوتی ہیں اور اس فصل کے لیے مناسب آب و ہوا کی وجہ سے صوبے کا 70 فیصد کھجور ضلع خیرپور میں پیدا ہوتا ہے۔ کاشتکار ایک ایکڑ پر تقریباً 60 کھجور کے درخت لگاتے ہیں جن سے فی درخت اوسط 100 کلوگرام کھجور حاصل ہوتا ہے۔ کھجور اتنا نے کے موسم میں 100 درختوں سے کھجور اتنا نے کے لیے دس افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس موسم میں تقریباً 450,000 مزدور اس کام سے نسلک ہوتے ہیں جبکہ عام موسم میں 90,000 مزدور کھجور کے باغات میں کام کرتے ہیں۔ تقریباً 80 سے 90 فیصد کھجور خشک کر کے منڈی میں لایا جاتا ہے اور زیادہ تر پڑوی ممالک کو برا آمد کیا جاتا ہے۔ نرم کھجور تیار کرنے کے لیے خیرپور میں تقریباً 20 مقامی کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ہر کارخانے میں تقریباً 200 مزدور کام کرتے ہیں۔ کھجور کی صفائی، اس کے جنم کے مطابق اس کی چھٹائی وغیرہ کا کام زیادتر گھروں میں ہی ہوتا ہے۔ اس کام سے 12,000 سے 15,000 مزدور مسلک ہے جن کی بڑی تعداد مزدور عورتوں پر مشتمل ہے۔ خیرپور کے علاوہ سکھر، گونج اور نوشہرہ فیروز اضلاع میں بھی کھجور کاشت ہوتا ہے۔ (عبد قیوم سین، ڈان، 28 اگست، صفحہ 4، بنس ایڈن فائلز)

وزارت تجارت کے حکام نے کہا ہے کہ ٹریڈ ڈیولپمنٹ اکھارٹی آف پاکستان (TDAP) ملکت بلستان، سوات اور آزاد جموں و کشمیر میں پائے جانے والے مقامی چکلوں کی بڑھوٹری اور ان کو فروغ دینے، سنده و پنجاب میں مقامی کھجور کی قدر میں اضافے (ولیو ایڈنشن) اور کھجور کے کاشتکاروں اور تاجریوں کو سہولیات فراہم کرنے کے لیے پر عزم ہے۔ وزارت تجارت ملکت بلستان میں خوبی، آڑو اور دیگر چکلوں کو لے عرصے تک محفوظ رکھنے کے لیے گودام کی تعمیر کے منصوبے کا آغاز کرے گی۔ اس حوالے سے ادارہ میں الاقوامی اداروں کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے جن میں جاپان انٹرنیشل کو اپریشن اینجنیئرنگز (JICA)، اقوام متحدہ کے صنعتی ترقی کے فروع کے ادارے یونائیٹڈ نیشنز انٹرنیشل ڈیولپمنٹ آرگناائزیشن (UNIDO) شامل ہیں۔ (دی ایک پریس ٹریبوں، 31 اگست، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں اناج کے بعد آلو ایک اہم فصل ہے جس میں کثیر زر مبادلہ کمانے کی صلاحیت ہے۔ مقامی کھپت اور اگلے سال کے لیے بطور نیچ محفوظ کر لینے کے بعد بھی اوسطاً ایک ملین روپے کا زر مبادلہ کمایا جاسکتا ہے۔ روس، سری لنکا، ملیشیا اور مشرقی وسطیٰ پاکستانی آلو کی بڑی منڈیاں ہیں جس کا معیار بھارتی آلو سے اچھا ہے۔ اس کے باوجود بدتری سے آلو کے مقامی کاشنکار اکثر پیداواری لاگت بھی وصول نہیں کر پاتے۔ گزشتہ دو سالوں سے آلو کی اوسط قیمت 1,000 روپے فی بوری چلی آ رہی ہے جو اس کی پیداواری لاگت 1,350 روپے فی بوری سے کہیں کم ہے۔ آلو کی حاليہ قیمت 1,700 سے 1,800 روپے فی بوری ہے۔ اداکارہ، پنجاب میں آلو کا شست کرنے والے کسانوں کی تنظیم پٹیلو گروز سوسائٹی کے ڈائریکٹر عبدالحمید کا کہنا ہے کہ آلو کی امدادی قیمت مقرر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ آلو کے مقامی معیاری نیچ کی دستیابی کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ اس وقت آلو کے نیچ کا زیادہ تر حصہ دیگر ممالک سے درآمد کیا جا رہا ہے جس میں نیر لیٹڈ اور بھارت بھی شامل ہیں۔ (ڈان، 22 مئی، صفحہ 4، برس ایڈ فانس)

نقد آور فصیلیں

قوی اقتصادی سروے 2016-2017 کے مطابق زرعی شبے میں 3.50 فیصد ہوف کے مقابلے 3.46 فیصد بڑھوٹری ہوئی ہے۔ پیداوار میں اضافے کی اہم وجہ فصلوں کے لیے زرعی مداخل یعنی پانی، زرعی قرضوں کی فراہمی اور کھاد کا زیادہ استعمال بتایا جا رہا ہے۔ مالی سال 2017 میں کپاس کی پیداوار میں بڑھوٹری 7.6 فیصد اور چاول کی پیداوار میں 0.7 فیصد ہوئی، لیکن یہ کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہے کیونکہ پہلے سال کپاس کی پیداوار میں 29 فیصد اور چاول کی پیداوار میں مخفی 2.8 فیصد بڑھوٹری ہوئی تھی۔ گندم کی پیداوار میں بھی گزشتہ سال کے مقابلے بڑھوٹری 0.4 فیصد رہی۔ اس کے بعد میں اضافے کی پیداوار میں بلترتیب 16.3 اور 12.4 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (برنس ریکارڈز، 29 مئی، صفحہ 21)

پاکستان کاشن جزر ایسوی ایشن (PCGA) کے دو رکن وفد نے چیئر مین ڈاکٹر جیسوم کی قیادت میں بیٹھ اور قومی آسیلی کی قائمہ کمیٹی برائے خزانہ اور چیئر مین ایف بی آر سے ملاقات میں اپنے مطالبات پیش کیے ہیں۔ ڈاکٹر جیسوم کا کہنا تھا کہ قائمہ کمیٹیوں نے ان کے مسائل حل کرنے اور مطالبات بحث تجویز میں شامل کرنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔ وفد نے جزر اور کسانوں کے مخاذات کے تحفظ کے لیے مستقل اور بہتر پالیسی مرتب کرنے پر زور دیا ہے اور بھلی پانچ روپے فی یونٹ فراہم کرنے اور کم از کم تین سال تک اس شعبے کو محصولات سے مستثنی قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت سے کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں گنے کی کاشت پر پابندی لگانے اور کپاس کی امدادی قیمت مقرر کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے تاکہ کسان کپاس کی کاشت کی طرف راغب ہوں۔ (بنس ریکارڈر، 1 مئی، صفحہ 2)

کپاس کی پیداوار میں سال 2016-17 میں ہونے والی 25 فیصد کی کی وجہ سے مجموعی قومی پیداوار میں 0.4 فیصد کی ہوگی۔ کپاس کا پیداواری ہدف 14.1 ملین گانٹھیں مقرر کیا گیا تھا جبکہ پیداوار 10.6 ملین گانٹھیں ہوئی ہے۔ سال 2015-16 میں بھی کپاس کی پیداوار میں 30 فیصد کی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں مجموعی قومی پیداوار میں 0.5 فیصد کی ہوئی تھی۔ اس سال بھی کپاس کے پیداواری ہدف کے حصوں میں ناکامی کا سامنا ہو سکتا ہے کیونکہ پانی کی کمی کی وجہ سے بالائی سندھ میں کپاس کی کاشت کے پانچ اضلاع میں تاخیر ہوئی ہے۔ بالائی سندھ میں کپاس کی کاشت عموماً اپریل کے پہلے ہفتے میں شروع ہوتی ہے جہاں ہر سال کپاس کی ڈیرہ سے دو ملین گانٹھیں پیداوار ہوتی ہے۔ سال 2017-18 کے لیے جو پیداواری ہدف مقرر کیا ہے اس کے مطابق پنجاب میں چھ ملین ایکڑ رقبے پر 10 ملین گانٹھیں، سندھ میں 1.606 ملین ایکڑ رقبے پر چار ملین گانٹھیں، بلوچستان میں 0.093 ایکڑ رقبے پر 0.038 ملین گانٹھیں اور خیر پختونخوا میں 0.00247 ملین ایکڑ رقبے پر 0.002 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار ہوگی۔ (بنس ریکارڈر، 7 مئی، صفحہ 1)

وزارت یونیکائل نے کپاس کی کاشت میں اضافے اور کسانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بھی کی فی من 3,000 روپے امدادی قیمت مقرر کرنے اور فصل کا بیدر کرنے کا منصوبہ (کائن کراپ انشورنس اسکیم) شروع کرنے کی تجویز دی ہے۔ وزارت کے حکام کے مطابق اگر کپاس کی فصل شاندار ہو تو بھی اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ حکومت اس پیداوار کو خریدے گی۔ یہ صورتحال کپاس کے زیرکاشت رتبے میں کمی کی وجہ نہیں ہے جو کپاس کی پیداوار پر منفی اثر ڈالتی ہے۔ قومی اسمبلی کی تائید کمیٹی برائے یونیکائل پہلے ہی اس تجویز کی حمایت کرچکی ہے اور وزارت کو ہدایت کی ہے کہ اس حوالے سے تمام شرکت داروں کی مشاورت سے ایک جامع حکمت عملی بنائے جو اعلیٰ سطح پر زیر بحث لائی جائے۔ (برنس ریکارڈ، 13 مئی، صفحہ 1)

پاکستان برنس میں ایڈ اشیکچار فورم (PBIF) نے حکومت سے کپاس کی پیداوار میں اضافے کے لیے خصوصی اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور مقامی کپاس کے کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے کپاس کی درآمد پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا ہے۔ فورم کے چیر مین میاں راہب حسین کا کہنا تھا کپاس کی پیداوار میں جاری کی کسانوں کو مایوس کر رہی ہے اور کسان دیگر فصلوں کی طرف راغب ہو رہے ہیں ہے جو کپاس کی معیشت کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ملک میں کپاس کی طلب 15 ملین گھنٹھیں ہے لیکن پیداوار صرف 10.5 ملین گھنٹھیں ہے جس کی وجہ سے 2.7 ملین گھنٹھیں کپاس ہمسایہ ممالک سے درآمد کی جاتی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 23 مئی، صفحہ 11)

مالی سال 2017-18 کے لیے ملک میں کپاس کی باؤنی کا ہدف حاصل نہیں ہوا کہ جو مقررہ ہدف سے 12 فیصد کم ہے جس سے کپاس کا 14.04 ملین گھنٹھوں کا پیداواری ہدف متاثر ہو گا۔ وزارت یونیکائل کے مطابق کپاس 7.68 ملین ایکڑ ہدف کے مقابلے 6.778 ایکڑ پر کاشت کی گئی ہے۔ کپاس کے موجودہ اعداد و شمار اچھے نہیں اور امکان ہے کہ پیداوار تقریباً 13 ملین گھنٹھوں تک رہے گی۔ کپاس کی قیمت کے حوالے سے غیر یقینی کیفیت، گنے کی کاشت میں اضافہ اور کپاس کے پیداواری علاقوں میں پانی کی کمی اہداف کے حصول میں ناکامی کی بنیادی وجہات ہیں۔ کپاس کمشتر خالد عبداللہ کا کہنا ہے کہ کپاس کے زیر

کاشت علاقوں میں کپاس کی جگہ گنے کی فصل نے لے لی ہے۔ ان علاقوں کو دوبارہ کپاس پر منتقل ہونے میں تین سے چار سال مرید درکار ہوں گے۔ (بڑس ریکارڈر، 6 جولائی، صفحہ 4)

ایک مضمون کے مطابق اس سال بھی زیریں سندھ میں بیٹی کپاس چنانی کے مرحلے پر مختلف بیماریوں کے حملے کی زد میں ہے۔ بیٹی کپاس پر کیڑوں کا حملہ غیر معیاری بیج، موکی تبدیلی جیسے عوامل کی وجہ سے عام ہوتا جا رہا ہے۔ سندھ کے ساحلی علاقوں میں بہتر آب و ہوا کی وجہ سے 2010 سے بیٹی کپاس کاشت کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں پنجاب کے مقابلے فی ایکٹر پیداوار اب بھی زیادہ ہے۔ 2011-12 میں سندھ میں فی ہکٹر پیداوار 1,546 کلوگرام تک پہنچ گئی تھی جو پنجاب سے دو گنی تھی۔ PCGA (پی سی جی اے) کے سابق چیئرمین مہیش کمار کا کہنا ہے کہ کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں اب زیادہ تر کسان گناہ کاشت کر رہے ہیں جو کسانوں کے مطابق بہتر منافع فراہم کرتا ہے۔ سندھ کے کاشتکاروں نے زیادہ پیداوار کے لیے بیٹی کپاس کا بیج استعمال کیا لیکن اب یہ بیج کیڑوں کے خلاف مزاحمت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ شروع میں کسان بیٹی کپاس سے فی ایکٹر 50 سے 70 من میں کاشتکار مقامی بیج پیداوار حاصل کرتے تھے لیکن اب 40 من فی ایکٹر پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ سندھ میں کاشتکار مقامی بیج سدروی، قلندری، رحمانی، کرس-134 اور سندھ ایک (Sindh 1) بھی استعمال کرتے ہیں لیکن یہ بیج زیادہ پیداوار نہیں دیتے۔ (محمد حسین خان، ڈاں، 14 اگست، صفحہ 4، بڑس ایڈ فائل)

پنجاب میں کپاس کے زیر کاشت اضلاع میں فصل کیڑوں کے حملے کی زد میں ہے۔ محکمہ زراعت پنجاب نے کسانوں کو ہفتے میں دو بار کیڑے مارادویات استعمال کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ حکام کے مطابق کپاس کی کاشت کے 11 اضلاع میں فصل پر بیماری (ہاث اسپاٹس) پائی گئی ہے جہاں کسانوں کو معافی نقصان سے تحفظ کے لیے مختلف ادویات استعمال کرنے اور ایک ہی دوا کو دوبارہ استعمال نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ (ڈاں، 22 اگست، صفحہ 10)

جنوبی پنجاب کی تاجر برادری نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ کپاس کی برآمد اور پیداوار میں اضافے کے لیے اہم اور خاطر خواہ اقدامات کیے جائیں۔ ایوان صنعت و تجارت ملٹان (MCCI) کے صدر خواجہ جلال الدین روی کا کہنا ہے کہ پاکستان کپاس سے متعلق مختلف شعبہ جات میں 13 بلین ڈالر مالیت کی برآمدات کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ملک میں صنعتوں کے فروغ کے لیے فعال حکمت عملی مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ ادارے نے حکومت سے گیس اور بجلی پر خصوصی مراعات دینے کا مطالبہ بھی کیا کیونکہ پیداواری لاگت زیادہ ہونے کی وجہ سے صفتیں بین الاقوامی منڈی کا مقابلہ نہیں کر पاتیں۔ (دی ایکپر لیس ٹریبون، 26 اگست، صفحہ 11)

• گناہ

وزارت صنعت و پیداوار گنے کی قیمت آزاد (ڈی ریگولیٹ) کرنے کی مسلسل مخالفت کر رہی ہے کیونکہ تین صوبے اس کے مخالف ہیں۔ گزشتہ سال کا بینہ ائتماری رابطہ کمیٹی نے تجویز دی تھی کہ آئندہ موسم 2017 سے گنے کی امدادی قیمت کو ختم کیا جاسکتا ہے جس سے اس عمل میں حکومتی شمولیت اور زر تلافی کا خاتمه ہو گا۔ وزارت نے اس حوالے سے تمام شرکت داروں بشمل صوبائی حکومتیں اور چینی کی صنعت سے مشاورت بھی کی تھی۔ وزارت صنعت و پیداوار کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے تصدیق کی ہے کہ تینوں صوبیوں پنجاب، سندھ اور خیر پختونخوا نے اس تجویز کی مخالفت کی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب شہزاد شریف نے اس حوالے سے ٹھوں موقف اپنایا ہے کہ وہ کسانوں کے مدگار نظام کے خاتمے کی اجازت نہیں دینے گے جس سے صرف مل ماکان کو فائدہ پہنچے۔ وفاقی حکومت گنے کی قیمت کو آزاد کرنا چاہتی ہے لیکن اس سے یہ مسئلہ بھی کھڑا ہوتا ہے کہ اگر وفاقی حکومت گنے کی امدادی قیمت خود مقرر کرے اور کسی مرحلے پر ضرورت سے زیادہ چینی کی پیداوار برآمد کی جاتی ہے تو اس پر زر تلافی کوں ادا کرے گا۔ (بیس ریکارڈر، 5 جون، صفحہ 3)

ایک مضمون کے مطابق گنے کی زیادہ پیداوار دینے والی اقسام، کاشنکاری کے بہتر طریقوں اور زرعی مشینی

کے استعمال میں اضافے سے گنے کی پیداوار جو 2016 میں 65.5 ملین ٹن تھی 2017 میں 73.6 ملین ٹن تک پہنچ گئی ہے۔ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ گنے کی پیداوار 70 ملین ٹن سے تجاوز کر گئی ہے۔ کاشکاروں کے مطابق پیداوار میں اضافہ سندھ میں ٹھٹھے-10، ایل آر کے-2001 اور پنجاب میں سی پی ایف-246 اور سی پی ایف-213 جیسی زیادہ پیداوار دینے والی اقسام کا نتیجہ ہے۔ رواں سال میں میں پاکستان ایگری کلچرل ریسرچ کنسل (PARC) نے اپنے ٹھٹھے میں واقع تحقیقی مرکز میں تیار کی گئی گنے کی دو اقسام ٹھٹھے-326 اور ٹھٹھے-2109 کی تجارتی طور پر کاشت کی منظوری دے دی ہے جن کے استعمال سے گنے کی پیداوار میں مزید اضافہ ہو گا۔ اس کے علاوہ حکمہ زراعت پنجاب نے مارچ کے آغاز میں گنے کی تین نئی اقسام ایج ایس-240، سی پی ایف-213 اور سی پی 400-77 کی منظوری دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تمام اقسام بیماریوں کے خلاف مراحت اور زیادہ پیداوار دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ (جمی الدین اعظم، ڈان، 3 جولائی، صفحہ 4، برس ایڈ فائل)

سندھ میں گنا کاشت کرنے والے کسانوں کی مختلف تنظیموں کے ایک مشترک وفد نے وزیر زراعت سندھ سہیل انور سیال سے ملاقات کی ہے۔ کسان تنظیموں نے دعویٰ کیا ہے کہ مل ماکان نے یکطرفہ طور اعلان کیا ہے کہ چینی کے اضافی ذخیرے کی وجہ سے مل ماکان اس صورتحال میں نہیں کہ دببر سے پہلے کر شنگ کر سکیں اور مل ماکان کسانوں کو گنے کی قیمت صرف 120 روپے فی من ادا کریں گے۔ مشترک وفد کا کہنا تھا کہ جہاں تک چینی کی برآمدہ کا تعلق ہے انہوں نے پہلے ہی وفاقی حکومت سے چینی کا اضافی ذخیرہ ختم کرنے کے لیے مل ماکان کو زرقاء ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ تاہم کر شنگ کے آغاز اور درآمدات میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایوان زراعت سندھ کے جزل سکریٹری نبی بخش سہو نے اخبار سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ گزشتہ سال جب کاشکار گنے کی نقل حمل پر پابندی کا مطالبہ کر ہے تھے تو کسی نے اس پر توجہ نہیں دی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ”ہم جانتے ہیں کہ ملوں نے زیادہ سے زیادہ چینی کی پیداوار اور منافع کے لیے گنا پنجاب سے خریدا کیونکہ گزشتہ موسم میں چینی کی قیمت 70 روپے فی کلوچی لیکن اب غالباً چینی کی قیمت یچھے آگئی ہے۔“ (ڈان، 26 اگست، صفحہ 10)

محکمہ داخلہ سندھ نے ڈپٹی کمیشنر خیر پور کی سفارش پر ضلع میں دھان کی کاشت پر دفعہ 144 کے تحت پابندی عائد کردی ہے۔ اس حوالے سے جاری کردہ اعلامیہ میں تمام تھانیداروں کو خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا اختیار دیا گیا ہے۔ (ڈان، 17 مئی، صفحہ 19)

پنجاب میں اس سال خریف کے موسم میں 4.448 ملین ایکٹر رقبے پر چاول کاشت کیا جائے گا۔ محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق گجرانوالا ڈویژن میں 1,660,000 ایکٹر اور سیاکلوٹ ڈویژن میں 342,000 ایکٹر رقبے پر چاول کاشت کیا جائے گا۔ ادارے نے چاول کی کاشت کے حوالے سے تربیقیں بھی تنظیمیں دی ہے جو گاؤں گاؤں جا کر کاشتکاروں کو رہنمائی فراہم کر رہی ہیں۔ اس تربیت کا مقصد چاول کی بہتر پیداوار کے لیے کسانوں کو اس کی کاشت، کھاد اور زرعی ادویات کے استعمال کے حوالے سے رہنمائی کرنا ہے۔ محکمہ زراعت نے سیاکلوٹ، ڈسکم، پسرور اور سمبریال تحصیل کے 1,442 دیہات میں کسانوں کے لیے تربیقی پروگرام شروع کیا ہے۔ (بیان ریکارڈر، 22 جون، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق سندھ میں چاول کے کاشتکار اس سال چاول کی شاندار فصل کی توقع کر رہے ہیں کیونکہ مئی کے آغاز میں پانی کی بروقت فراہمی کی بدلت چاول کی کاشت مقررہ ہدف سے تقریباً 80,000 ہیکٹر بڑھ گئی ہے۔ چاول کے زیر کاشت رقبے میں اضافہ بالائی سندھ میں دریائے سندھ کے ساتھ کے علاقوں میں ہوا ہے جہاں گندو اور سکھر بیراج سے صرف موسم گرم میں ہی پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ صوبائی حکومت نے اس سال 750,000 ہیکٹر رقبے پر چاول کی کاشت کا ہدف مقرر کیا تھا۔ چاول کی کاشت میں واضح اضافہ بدین جیکب آباد، کشمود، شکار پور اور لاڑکانہ اضلاع میں دیکھنے میں آیا ہے۔ ضلع بدین میں 155,000 ہیکٹر اور جیکب آباد میں 114,000 ہیکٹر رقبے پر چاول کاشت کیا گیا ہے تاہم کچھ کسان چاول کی قیمت کے حوالے سے خوش نہیں ہیں۔ جیکب آباد کے ایک کسان فہد پنہور کا کہنا ہے کہ چاول (اری 6) کی فی ایکٹر پیداواری لگت 25,000 سے 30,000 روپے ہے جبکہ پیداوار 75

من ہوتی ہے جسے کسان 900 روپے فی من فروخت کرتے ہیں۔ سندھ میں چاول کی کاشت میں اضافے کی ایک وجہ سورج مکھی کی کاشت میں کمی اور ضلع شکار پور میں جاری عالمی بینک کا زرعی منصوبہ بھی ہے جس کے تحت کسانوں کو فی ایکڑ پیداوار میں اضافے کے لیے داخل فراہم کیے جاتے ہیں۔ زیریں سندھ کے علاقے بدین، جہاں کوٹری بیراج سے پانی ترسیل کیا جاتا ہے، میں چاول کے زیر کاشت رقمبے میں 40,000 ہکٹر اضافہ ہوا ہے کیونکہ وہ کسان جو خریف کے آغاز پر پانی کی کمی کی وجہ سے مردج اور کپاس کاشت نہیں کر سکتا تھا وہ چاول پر منتقل ہو گئے ہیں (زیریں سندھ میں خریف کے آغاز پر مارچ اور اپریل میں کپاس کی بیجانی شروع ہوتی ہے)۔ سندھ میں چاول کی متوقع پیداوار اس سے بھی زیادہ ہو گی اگر چاول کی کاشت پر پابندی کے علاقوں کی پیداوار کو بھی اعداد و شمار میں شامل کیا جائے کیونکہ ان علاقوں میں چاول کے کاشت پر پابندی کے باوجود بااثر زمیندار چاول کاشت کر رہے ہیں۔ (محمد حسین خان، ڈاں، 28 اگست، صفحہ 4، بنس اینڈ فائلز)

سانسو پاکستان ہائیکورڈ رائکس ریسرچ سینٹر (SPHRRRC) کے ڈائریکٹر محمد زیر کے مطابق پاکستان میں چین کے ہائیکورڈ چاول کی کاشت فی ایکڑ 150 میں پیداوار کے ذریعے انقلاب برپا کر دے گی۔ چاول کی کمی ہائیکورڈ قسم مستقبل میں پاکستانی کسانوں کی فی ایکڑ پیداوار میں اضافے میں اور چاول کی چین سمیت دیگر ممالک کو برآمد میں معاون ہو گی۔ ماہر ماحولیات ڈاکٹر مقصود کا کہنا تھا کہ آئندہ سالوں میں موکی تبدیلی اور اس کے اثرات کی وجہ سے چاول کی پیداوار میں کمی کا امکان ہے اس صورتحال میں پاکستان کے لیے بہترین موقع ہو گا کہ وہ بڑھتی ہوئی طلب سے فائدہ اٹھائے۔ (دی ایکپریس ٹریپون، 30 اگست، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق چاول ملک کی دوسری اہم فصل ہے جس کا مجموعی قوی پیداوار میں 0.6 فیصد حصہ ہے۔ ملک سے بڑی مقدار میں چاول برآمد کیا جاتا ہے جس سے ہر سال تقریباً دو بلین ڈالر کا زر مبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ اب تک یہ اہم فصل پالیسی سازوں کی ترجیحات میں شامل نہیں کم از کم پنجاب میں جہاں چاول کی 97 فیصد پیداوار ہوتی ہے۔ چاول کے کاشتکار عموماً مہنگی کھاد، نہری پانی کی کمی، زرعی

مشینری کے بھاری حکم کرائے، زرعی قرضوں کی عدم فراہمی کی شکایات کرتے ہیں۔ کسانوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ تحقیقی ادارے باستی چاول کی نئی اقسام دریافت کرنے میں ناکام ہوئے ہیں جو بیماریوں کے خلاف مزاحمت اور موگی تبدیلیوں کو برداشت کر سکیں۔ کسان بورڈ پاکستان (KBP) کے صدر چودھری شمار احمد کا کہنا ہے کہ گزرشہ 25 سالوں سے کسان باستی چاول کی وہی سپر کرnel باستی قسم استعمال کر رہے ہیں جس میں اب کم پیداوار کے ساتھ ساتھ کیڑوں کے حملوں سے تھنٹہ کی صلاحیت بھی کم ہو رہی ہے۔ ضروری ہے کہ چاول کی نئی ہابھڑا اقسام متعارف کروائی جائیں جو زیادہ پیداوار دینے کے علاوہ بیماریوں کے خلاف مزاحمت بھی رکھتی ہوں۔ تاہم مستقبل قریب میں یہ ممکن نظر نہیں آتا کیونکہ حالیہ بجٹ میں اس مقصد کے لیے انتہائی کم بجٹ مختص کیا گیا ہے۔ کلال شاہ کا کوئی موجود چاول کے تحقیقاتی ادارے کے لیے باستی چاول کی ہابھڑا قسم متعارف کرنے کے لیے 8.74 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ پاکستان کسان اتحاد (PKI) کے صدر خالد محمود ہوکھر کا کہنا ہے کہ حکومت امداد اور مراعات کے لیے وسیع بیانے پر پیسہ دینے کے لیے تیار ہوتی ہے لیکن نئی اقسام متعارف کرانے کے لیے حکومت رقم مختص کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ (امجد محمود، ڈان، 7 اگست، صفحہ 4، پوس اینڈ فائل)

• مکمل

ایک مضمون کے مطابق ملک میں پہلی بار مکنی کی پیداوار چھ ملین روپے سے تجاوز کر گئی ہے جس کے نتیجے میں مکنی کی مقامی فروخت اور برآمد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق سال 2017 میں مکنی کی پیداوار 6.13 ملین روپے سے پہلی بار مکنی کی پہنچ گئی ہے جو گزرشہ سال کے مقابلے 16.3 فیصد زیادہ ہے جبکہ مکنی کا زیر کاشت رقبہ 1.19 ملین ہیکٹر سے بڑھ کر 1.334 ملین ہیکٹر ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ فی ہیکٹر پیداوار 4,426 کلوگرام سے بڑھ کر 4,595 کلوگرام ہو گئی ہے۔ کاشتکار اس اضافے کی وجہ کھادوں کے زیادہ استعمال اور ہابھڑا بیج کے استعمال کو قرار دے رہے ہیں۔ مقامی تحقیقی ادارے یو ایس ایڈ اور اینٹریشل میز اینڈ ویٹ اپرمنٹ سینٹر (CIMMYT) کے اشتراک سے مکنی کی پیداوار میں اضافے کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ان منصوبوں کے تحت گزرشہ تین سالوں میں مکنی کے نئے ہابھڑا بیج تیار کیے گئے جن سے ناصرف

پنج کی درآمد پر آنے والی لگت کم ہوئی ہے بلکہ مختلف علاقوں میں فی بیکٹر پیداوار 5.5 سے 6.5 ٹن فی بیکٹر ہو گئی ہے۔ حکومت نے مکنی کی برآمد کے لیے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں کیے ہیں۔ اگرثی ڈی اے پی اور ہین الاقوامی تجارتی مشن مدد کریں تو مکنی کی موجودہ برآمد ایک لاکھ ٹن سے بڑھ کر کچھ ہی وقت میں پانچ لاکھ ٹن سالانہ ہو سکتی ہے۔ (محی الدین اعظم، ڈان، 19 جون، صفحہ 4، برس ایڈ فائنس)

• انبوح

وفاق کے زیر انتظام علاقے باجوڑ ایجنٹی کی مقامی انتظامیہ نے قبائلی عوامدین کی مدد سے تحصیل بارگ میں انبوح کی کاشت کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے 40 کنال زمین پر کھڑی فصل بڑا کر دی۔ کاشنکاروں کا کہنا ہے کہ وہ شدید غربت کی وجہ سے انبوح کاشت کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ انہیں حکام کی طرف سے کوئی سہولیات حاصل نہیں ہیں۔ بارگ تحصیل باجوڑ ایجنٹی کا پسمندہ ترین علاقہ ہے جو طویل عرصے سے بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہے۔ ایجنٹی کے پولیٹکل ایجنسٹ عامر خٹک نے کاشنکاروں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں مقابل روزگار فراہم کیا جائے گا۔ عامر خٹک نے کاشنکاروں کو سبزیاں اور دیگر فصلیں کاشت کرنے کی بھی ہدایت کی اور علاقے کے لیے چار پانچ مری، ایک ٹھل اسکول اور ششی توہانی سے چلنے والے پانی کی فراہمی کے منصوبے کا اعلان بھی کیا۔ (ڈان، 2 مئی، صفحہ 7)

اشیاء

• آٹا

پاکستان فلور ملز ایسوی ایشن (PFMA) سندھ کے رہنماؤں نے ایک پریس کانفرنس میں سندھ حکومت کی جانب سے ماہ رمضان میں آئے پر دو بلین روپے کی زر تلافی دینے کے منصوبے کو غلط قرار دیتے ہوئے اسے مکمل طور پر عوامی سرمائے کا زیاب قرار دیا ہے۔ PFMA (پی ایف ایم اے) نے خداشہ ظاہر کیا کہ زر تلافی کی رقم بعد عنوانی کی نظر ہو جائے گی۔ آٹا مل پہلے ہی فی کلو سرکاری نرخ سے پانچ روپے کم پر آٹا فروخت کر رہے ہیں لہذا زر تلافی دینے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ پی ایف ایم اے نے تجویز دی کہ حکومت کو

یہ رقم گندم کی قیمت کو سال بھر کم رکھنے کے لیے خرچ کرنی چاہیے تاکہ پورے سال عوام کو فی کلو 1.50 روپے کی امداد مل سکے۔ اس کے علاوہ حکومت یہ رقم بینظیر اکم پروگرام (BISP) کو بھی دے سکتی ہے۔ (ڈان، 25 منی، صفحہ 11)

• چھٹی

حیب وقار شوگرمل نے لاہور ہائی کورٹ کی جانب سے مل کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی شروع کرنے پر ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار پر اعتراض داخل کر دیا ہے۔ تین رکنی بیٹچ نے حیب وقار شوگرمل، اتفاق شوگرمل اور چودھری شوگرمل کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا تھا۔ یہ نوٹس ملوں کی جانب سے ان کی منتقلی کے خلاف دائِر کی گئی اپیل کے دوران دیا گیا۔ عدالت نے تینوں ملوں کو فوری طور پر سربراہ کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔ تینوں شوگرملوں کے خلاف جہانگر ترین کی شوگرمل بے ڈی ڈبلیو کی جانب سے درخواست دائِر کی گئی تھی کہ شریف خاندان اپنی شوگرملیں منتقل کر رہا ہے جو عدالتی حکم کی خلاف ورزی ہے۔

(ڈان، 18 منی، صفحہ 2)

ایک خبر کے مطابق لاہور ہائی کورٹ نے شریف خاندان کی تین شوگرملوں کی منتقلی کے حوالے سے دائِر کی گئی درخواست پر فیصلہ محفوظ کر لیا ہے۔ اس سے پہلے عدالت نے تینوں شوگرملوں چودھری شوگرمل، حیب وقار شوگرمل اور اتفاق شوگرمل کی منتقلی پر انھیں سربراہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے تینوں مل ماکان کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا تھا جس کے خلاف ان ملوں نے درخواست دائِر کی تھی۔ درخواست گزار بے ڈی ڈبلیو شوگرمل کے وکیل یہ سڑ اعتراز احسن کا کہنا تھا کہ صوبائی حکومت کا ملوں کی منتقلی کے حوالے سے منظور کیا جانے والا مل بدنی پر مبنی تھا۔ اس کے علاوہ ملوں کی منتقلی کے دوران ماحولیاتی قوانین کی بھی پاسداری نہیں کی گئی اور ملوں کو کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں منتقل کیا گیا ہے جس سے کپاس کی فصل متاثر ہو گی۔ (ڈان، 27 منی، صفحہ 2)

لاہور شوگر ڈیلرز ایسوی ایشن کے صدر اصغر بٹ کا کہنا ہے کہ ملوں نے 100 کلو چینی کی قیمت جو کہ 4,800 سے 4,900 روپے تھی بڑھا کر 5,400 سے 5,500 روپے کر دی ہے۔ ملوں نے اگلے دس دنوں کے لیے چینی کی ترسیل پر غیر اعلانیہ پابندی لگادی ہے جو کہ قیمتوں میں اضافے کی وجہ ہے۔ تاجر زیادہ قیمت پر بھی مل سے چینی حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ملوں کی جانب سے پابندی برقرار رہی تو اگلے دو سے تین دنوں میں چینی کی قلت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان شوگر ملز ایسوی ایشن (PSMA) نے اپنے اجلاس کے بعد بیان میں کہا ہے کہ ملک میں چینی کا اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ 2018 تک ملکی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔ جب تک موجودہ چینی کا ذخیرہ ختم نہیں ہو جاتا شوگر ملوں کو مشکلات کا سامنا رہے گا اور گنے کی کرنسی بھی نہیں ہو سکے گی۔ PSMA (پی ایس ایم اے) کے مطابق عالمی منڈی میں قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور چینی کی پیداواری لگت زیادہ ہونے کی وجہ سے ملیں حکومت کی جانب سے مقررہ کردہ قیمت 180 روپے فی من پر گنا خریدنے کی حالت میں نہیں ہیں۔ (بیس ریکارڈر، 6 اگست، صفحہ 5)

ایک خبر کے مطابق وزارت صنعت و پیداوار کی جانب سے سندھ، پنجاب اور خیبر پختونخوا کے چیف سیکریٹریوں کے لئے ایک خط میں چینی کی ذخیرہ اندازی کو ایک جرم قرار دیا گیا ہے اور فوری طور پر مقامی منڈی میں چینی کی دستیابی کو قیمتی بانے کے لیے کارروائی کی ہدایت کی گئی ہے۔ پی ایس ایم اے سندھ کی جانب سے چینی کی ترسیل سے انکار کے بعد کچھ ہی دنوں میں چینی کی قیمت 60 روپے سے 70 روپے فی کلوگرام ہو گئی ہے۔ ملوں کا کہنا ہے کہ جب تک حکومت چینی کی برآمد پر زرتشنا فی میں اضافہ نہیں کرتی وہ چینی منڈی میں نہیں لائیں گے۔ خط میں مزید کہا گیا ہے کہ منڈی میں چینی کا ذخیرہ نہ لانا اس کی قیمت میں مصنوعی اضافے، ذخیرہ اندازی اور منافع خوری کی وجہ بنے گا جو ایک جرم ہے۔ (بیس ریکارڈر، 10 اگست، صفحہ 1)

تاجروں کو ملوں کی جانب سے تھوک منڈی میں چینی کی ترسیل روکنے پر شہر میں چینی کی قلت کا خدشہ

ہے۔ چیزیں کراچی ہول سلیزر گر و سرز ایسوی ایشن (KWGA) انیس مجید کا کہنا ہے کہ تھوک منڈی میں چینی کا ایک سے دو دن کا ذخیرہ رہ گیا ہے۔ KWGA (کے ڈبلیو جی اے) نے کشتر کراچی سے اس معاملے میں مداخلت کرنے اور قیمت مرتب کرنے کی درخواست کی ہے۔ (برنس ریکارڈز، 5 اگست، صفحہ 3)

• خوردانی تیل

ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں روغنی بیجوں کی پیداوار مستقل کم ہے جس کے نتیجے میں ان کی درآمد پر بھاری زرمبالغہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ گزشتہ مالی سال روغنی بیجوں کی پیداوار 328,000 ٹن سے کم ہو کر 313,000 ٹن ہو گئی۔ کپاس کی پیداوار میں کمی بیجوں کی پیداوار میں کمی کا سبب بنی جس سے بندہ کے تیل کی دستابی متاثر ہوئی۔ مقامی سطح پر تیار کیا جائیوالا خوردانی تیل صرف 10 فیصد ملکی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہے اور ہر سال ضروریات پوری کرنے کے لیے درآمد شدہ تیل پر انحصار بڑھ رہا ہے۔ مالی سال 2015-16 میں سال 2000-01 کے مقابلے تیل کی درآمد میں 10 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ 15 سالوں سے 65 سے 80 فیصد خوردانی تیل کی ضرورت درآمدات کے ذریعے پوری کی جا رہی ہے۔ (محمد الدین عظیم، ڈان، 24 جولائی، صفحہ 4، برنس اینڈ فانس)

• چائے

ترکی کی وزرات خوراک نے پاکستان کو چائے کی کاشت کے لیے کی جانے والی کوششوں کے اعتراض میں چائے تیار کرنے والا چدید خودکار (پسینگ) پلانٹ بطور تقدیر دیا ہے۔ نیشنل ٹی اینڈ ہائی ویلیو کر اپس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (NTHRI) کے ڈائریکٹر فخر سیار حامد کا کہنا ہے کہ یہ پلانٹ یومیہ 400 سے 500 کلو چائے تیار کرے گا اور اگلے سال اپریل تک پیداوار شروع کر دے گا۔ یہ پلانٹ مانہہ کے قریب ہنکیاری میں 50 ایکٹر رقبے پر پھیلے چائے کی کاشت کے منصوبے کے مقام پر نصب کیا جائے گا۔ ادارے کا موجودہ چائے کا پلانٹ چین سے درآمد کیا گیا ہے جس کی پیداواری صلاحیت سیاہ چائے کی ایک شان اور سبز چائے کی 100 کلوگرام یومیہ ہے۔ ادارے کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے 2017 کے

ابتدائی چھ ماہ میں 22 بلین روپے کی 93,500 ٹن چائے درآمد کی ہے اور گزشتہ 20 سالوں میں چائے کی درآمد میں 325 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ (ڈان، 26 اگست، صفحہ 10)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی مال مویشی

پنجاب لاپو اسٹاک ایئڈ ڈیری ڈیوپمنٹ بورڈ (PLDDB) اور دومن چینبر آف کامرس ایئڈ انڈسٹری بہاو پور (WCCIB) نے مال مویشی اور اس سے متعلقہ شعبے میں کسان عورتوں کو با اختیار بنانے کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دقت نظر کیے ہیں۔ PLDDB (پی ایل ڈی ڈی بی) اندر اجرا شدہ کسان عورتوں کو مال مویشی پالنے کے بہتر طریقوں کے استعمال اور چارے کی پیداوار کی تربیت دے گا۔ اس کے علاوہ ضرورت مند اہل کسان عورتوں کو چھوٹے جانور، حفاظتی یونکے اور چارے کے بیچ بھی فراہم کیے جائیں گے۔ WCCIB (ڈبلیوسی سی آئی بی) ایوان تجارت میں ایک زیلی دفتر کے قیام کے ذریعے پی ایل ڈی ڈی بی کو منصوبے کے لیے بنیادی ڈھانچے فراہم کرے گا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 مئی، صفحہ 11)

عوام میں مرغبانی مصنوعات کے انسانی صحت پر پڑنے والے اثرات کے حوالے سے پائے جانے والے تحفظات ختم کرنے کے لیے پنجاب فوڈ اکھارٹی (PFA) نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ مرغبانی کے شعبے کو سرکاری تصدیقی دائرہ کار (لاسنس نیٹ ورک) میں لایا جائے گا۔ حکومتی اجازت نامہ (لاسنس) لیکنی بنائے گا کہ صرف صحت مند مرغیاں ہی منڈی تک بہنچ سکیں۔ اکھارٹی اسی طرح مال مویشی باڑوں اور چیلیوں کے فارم کو بھی اجازت نامے جاری کرے گی۔ اکھارٹی ہر ضلع میں ان فارموں کی جانچ کرنے کے لیے جانوروں کے ڈاکٹر بھرتی کرے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 جون، صفحہ 5)

خیبر پختونخوا حکومت اور چین کی زی جی آنگ ڈوش امپورٹ ایئڈ ایکسپورٹ کمپنی لمیانڈ (Zhejiang Dowish Import and Export Co Ltd)

جدید فارم قائم کرنے اور چین کو مال مولیشی برآمد کے لیے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ محکمہ مال مولیشی حکام کے مطابق معاهدے میں جانوروں کی اقسام کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ معاهدے کے تحت صوبائی حکومت مولیشی چین برآمد کرے گی جس کے بد لے چین صوبے کے مختلف اضلاع میں جدید فارم کی تعمیر میں مدد دے گا۔ (ڈاں، 25 اگست، صفحہ 7)

• ڈیری

ایک خبر کے مطابق پشاور پر یس کلب پر مولیشی پالنے والے کسانوں کی تنظیم لا یکو اتناک فارمز ایسوی ایشن کی تقریب حلف برداری کے موقع پر کسانوں نے پنجاب سے ترسیل کی جانے والی ملاوٹ شدہ غیر معیاری ڈیری مصنوعات کی جانچ کے لیے موثر نظام کا مطالبہ کیا ہے۔ ایسوی ایشن کے عبد یار غفران اللہ اخوندزادہ کے مطابق کسان مال مولیشی شبھے کی ترقی چاہتے ہیں لیکن انہیں معیاری چارے اور طبی سہولیات کی عدم دستیابی کا سامنا ہے۔ اس موقع پر مردان کے کسان احمد کمال نے حکومت پر تقدیم کرتے ہوئے کہا کہ وہ مولیشی پالنے والے کسانوں کی مدد کرنے میں ناکام ہے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پنجاب کے ڈیری فارم کے پی کے دودھ ترسیل کرنے سے پہلے دودھ کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے 17 کیمیائی اجزا کا استعمال کر رہے ہیں۔ دودھ کی مقامی پیداوار مہنگی ہے لیکن اس کا معیار پنجاب کے دودھ سے کہیں بہتر ہے۔ کسانوں کا کہنا تھا کہ مقامی منڈی میں مولیشوں کی جعلی ادویات اور حفاظتی میکے فروخت ہو رہے ہیں۔ کسانوں کو مولیشوں کے علاج پر بھاری رقم خرچ کرنی پڑتی ہے اس کے باوجود ان ادویات کی وجہ سے متعدد جانور مر جاتے ہیں۔ (ڈاں، 11 مئی، صفحہ 7)

اقوام متحده کے ادارے فاؤ کے مطابق پاکستان ایشیا پیکف میں سب سے زیادہ دودھ پیدا کرنے والے تین ممالک میں شامل ہے۔ قومی اقتصادی سروے 2016-2017 کے مطابق ملک میں دودھ کی پیداوار بڑھ رہی ہے اور رواں مالی سال میں 56,080,000 ٹن دودھ کی پیداوار متوقع ہے۔ ملک میں ڈیری فارموں کو سہولت فراہم کرنے کے لیے بچھڑوں اور گائے کے لیے تیار خوارک (کاف ملک ریپلیس اور کیبل فیڈ

پری مکس) کی بغیر محصول درآمد کی اجازت دی گئی۔ رواں مالی سال 310.2 ٹن پچھڑوں کی تیار خوراک اور 9.298 ٹن گائے کی تیار خوراک درآمد کی گئی۔ گزشتہ سال دسمبر میں رائل فرائس لینڈ کمپنی نے ایگرو فوڈز پاکستان کے 51 فیصد حصہ خرید لیے ہیں جو اب تک پاکستان میں براہ راست ڈیری شعبے میں (450 ملین ڈالر) کی جانے والی بڑی غیر ملکی سرمایہ کاری ہے۔ اس کے علاوہ مختلف اقسام کے خشک دودھ کی درآمد پر بھی 25 فیصد درآمدی محصول عائد کر دیا گیا ہے جو اس شعبے میں سرمایہ کاری کے لیے پوشش ہو گا۔ (ائین احمد، ڈان، 1 جون، صفحہ 11)

فیڈریشن آف پاکستان چینبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) نے کہا ہے کہ خشک دودھ (بیموں وے پاؤڈر) کی بڑھتی ہوئی درآمد آہستہ آہستہ مقامی ڈیری شعبے کو تباہ کر رہی ہے جو دیہی غربت میں اضافہ اور لوگوں کی صحت بر باد کر رہی ہے۔ FPCCI (ایف پی سی آئی) کی مقامی صنعتی کمیٹی کے چیئرمین عاطف اکرام شخ کے مطابق ڈیری شعبے میں سرمایہ کاروں کے لیے کشش نہیں رہی جس کے نتیجے میں سینکڑوں ڈیری فارم بند ہونے کی وجہ سے دودھ کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ مالی سال 2016-2017 میں مال مویشی شعبے کی بڑھوتری 3.43 فیصد درج کی گئی جو گزشتہ سال 3.36 فیصد تھی۔ مقامی ڈیری شعبہ 2013 سے خشک دودھ کی درآمد کی وجہ سے زوال کا شکار ہے۔ پاکستان سالانہ 20 سے 30 ملین کلوگرام خشک دودھ درآمد کرتا تھا جو 2015 میں بڑھ کر 44 ملین کلوگرام تک پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ترکی نے خشک دودھ کی درآمد پر 180 فیصد محصول عائد کیا ہوا ہے۔ پاکستان کو بھی درآمدی محصول بڑھا کر کم از کم 100 فیصد کرنا چاہیے۔ زراعت میں مال مویشی شعبے کا حصہ 56 فیصد ہے جس سے 30 سے 35 ملین کسانوں کا روزگار جزا ہے۔ (بیوس ریکارڈ، 14 جون، صفحہ 13)

ایک خبر کے مطابق حکومت نے گوشت کی مقامی طلب پوری کرنے کے لیے سال 2017-2018 کے لیے 6.262 ٹن ٹن گوشت کا پیداواری ہدف مقرر کیا ہے۔ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ہمہ دیار کے مطابق حکومت گوشت کی ضرورت پوری کرنے کے لیے سال 2017-2018 میں اس کی پیداوار میں 13.89

فیصد اضافہ کرے گی۔ حکام کے مطابق گائے کے گوشت کی پیداوار میں 9.74 فیصد اور بکرے کے گوشت کی پیداوار میں 5.88 فیصد اضافہ کیا جائے گا۔ (دی ایکٹ پر لیں ٹریبون، 5 جولائی، صفحہ 11)

ماہی گیری

ایک خبر کے مطابق بھارتی ساحلی محافظوں نے پاکستانی حدود میں داخل ہو کر چھ پاکستانی ماہی گیروں کو کشتی سمیت گرفتار کر لیا۔ ایک غیر سرکاری تنظیم کے مقامی رابطہ کار سید گلاب شاہ کے مطابق ماہی گیر سر کریک کے قریب شاہ بندر سے 50 بھری میل کے فاصلے پر شکار کر رہے تھے جو پاکستانی سمندری حدود ہے۔ تمام ماہی گیروں کا تعلق تعلق شاہ بندر ضلع سجاوں سے ہے۔ (ڈان، 13 مئی، صفحہ 17)

کراچی کی ایک مقامی ہوٹل میں ملکہ ماہی گیری سندھ اور عالیٰ بینک کی جانب سے مشترک طور پر منعقد کیے گئے ورکشاپ سے خطاب کرتے ہوئے عالیٰ بینک کے ماحولیاتی معیشت کے ماہر پاؤں پیل نے پاکستان کے ماہی گیری شبے میں دچپی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی ترقی میں مدد کرنے کی پیشہ کی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان کے پاس وسیع غیر استعمال شدہ ماہی گیری وسائل ہیں اور بینک اس حوالے سے عالیٰ اداروں سے مکملی مدد کے حصول کے لیے پاکستان کو سہولت فراہم کر سکتا ہے۔ (ڈان، 19 مئی، صفحہ 19)

کراچی پر لیس کلب پر پر لیس کانفرنس میں ایک غیر سرکاری تنظیم کی قیادت میں انسانی حقوق کے لیے سرگرم کارکنوں اور سماجی تنظیموں کے کارکنان نے حکومت سندھ سے ضلع سجاوں کی تحریک شاہ بندر میں واقع کن پورا ڈھیل پر قبضہ ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے جس پر سجاوں کی بااثر سیاسی شخصیات قابض ہیں۔ قبضہ گیروں نے سینکڑوں ماہی گیروں کو ان کے روذگار کے حق سے محروم کر دیا ہے جسے وہ کئی دہائیوں سے استعمال کر رہے ہیں۔ یہ ڈھیل 1,000 ایکٹر رقبے پر پھیلی ہوئی ہے جس کے گرد 300 گھروں پر مشتمل تین گاؤں آباد ہیں جو اپنے گز ربر کے لیے ڈھیل پر انجام دیتے ہیں۔ سندھ بھر میں ایسے 1,219 آبی وسائل ہیں اور ملکہ ماہی گیری کی فہرست میں کن پورا ڈھیل 1,150 نمبر پر ہے۔ کن پورا ڈھیل پر کچھ بااثر

جاگیرداوون کی طرف سے مچھلی پکڑنے پر پابندی لگادی گئی ہے حالانکہ مقامی ماہی گیروں کے پاس سندھ فشریز ترمیمی ایکٹ 2011 اور سندھ فشریز روں 1983 (تین) کے تحت مچھلی پکڑنے کے اجازت ناے (لائسنس) موجود ہیں جو ڈائرنریکٹر محکمہ ماہی گیری، ٹھٹھے اور ڈائرنریکٹر آف فشریز سندھ انلینڈ حیدرآباد نے جاری کیے تھے۔ (دی ایکسپریس ٹریپولن، 3 جون، صفحہ 15)

ماہی گیروں کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم نے بھارتی جیلوں میں قید 100 پاکستانی ماہی گیروں کے ضروری دستاویزات وزارت خارجہ کے حوالے کر دیئے ہیں تاکہ ان ماہی گیروں کی رہائی کے لیے کوششیں کی جاسکیں۔ ان ماہی گیروں میں شاہ بندر کے تین ماہی گیر بھی شامل ہیں جو 18 سال سے بھارتی جبل میں قید ہیں۔ پاکستانی جیلوں سے متواتر بھارتی ماہی گیروں کی رہائی کے باوجود بھارت میں قید پاکستانی ماہی گیروں کو ضابطے کی کارروائی مکمل ہونے اور اکثر سزا پوری ہونے کے باوجود بھی رہائیں کیا جاتا۔ دسمبر 2016 اور جنوری 2017 میں پاکستان نے 400 بھارتی ماہی گیروں کو آزاد کیا جبکہ بھارت نے اس سال صرف 18 پاکستانی ماہی گیروں کو رہا کیا ہے۔ (ڈان، 3 جولائی، صفحہ 15)

پاکستان نے ملکی سمندری حدود کی خلاف ورزی کرنے والے 78 بھارتی ماہی گیروں کو رہا کر دیا ہے۔ ماہی گیروں کو لانڈھی جیل سے رہا کیا گیا ہے۔ محمد داخلہ سندھ کے مطابق 298 بھارتی ماہی گیر اب بھی جیلوں میں قید ہیں جنہیں بھارت کی جانب سے شہریت کی تصدیق کے بعد رہا کیا جائے گا۔ بھیرہ عرب میں دونوں ممالک کی سمندری حدود واضح نہ ہونے اور کشتوں میں جدید آلات نہ ہونے کی وجہ سے بھارتی و پاکستانی ماہی گیر متواتر غیر قانونی ماہی گیری کے الزام میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں۔ (ڈان، 10 جولائی، صفحہ 3)

ایک خبر کے مطابق گوادر کے علاقے جیوانی میں گہرے سمندر میں شکار کے دوران ایرانی الکاروں نے 12 ماہی گیروں کو گرفتار کر لیا ہے۔ محکمہ ماہی گیری کے حکام کے مطابق تمام ماہی گیر اس وقت پاکستانی سمندری

حدود میں تھے جب ایرانی حفاظتی اہلکاروں نے انہیں گرفتار کر کے ان کی کشتمیں قبضے میں لے لیں۔ ذرائع کے مطابق ماہی گیروں کو ایرانی بندرگاہ چاہ بہار لے جایا گیا جہاں ان کے خلاف مقدمہ درج کر کے کشتمیں اور آلات ضبط کر لیے گئے ہیں۔ (ڈان، 22 جولائی، صفحہ 5)

مرغبانی

پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) کے جاری کردہ بیان کے مطابق گرینڈ پیرنس اور پیرنس چک، جو مرغیوں کی افزائش کے لیے بنیادی بیج ہے، پر درآمدی محصول میں کمی سے مرغبانی کی حوصلہ افزیٰ ہو گی۔ PPA (پی پی اے) کا کہنا تھا کہ حکومت نے صنعت کی جانب سے فروخت پر محصول اور درآمدی محصول سے استثنیٰ کی تجویز پر عمل نہیں کیا۔ اس وقت مرغی کا گوشت اور اس سے بنی مصنوعات (ولپیو ایڈ چکن) کی ملکیتی سے آزاد تجارتی معاملے کے تحت درآمد پر کوئی محصول نہیں ہے جبکہ چین سے درآمد پر 10 سے 16 فیصد اور بھارت سے درآمد پر پانچ فیصد محصول عائد ہے۔ مرغبانی کی صنعت نے محصولات کی ترتیب کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے کیونکہ اس صنعت کو ضروری درکار ضروری مداخل کے لیے 36.9 فیصد سے 58.4 فیصد تک محصولات ادا کرنا پڑتے ہیں (جس میں 20 فیصد کشم ڈیوٹی، 15 فیصد ریگولیٹری ڈیوٹی اور 17 فیصد سیلز نیکس شامل ہے)۔ (ڈان، 30 مئی، صفحہ 11)

پی پی اے نے خبردار کیا ہے کہ بندرگاہ سے مرغیوں کی خوارک کے درآمدی غذائی اجزاء کے اجرا میں تاخیر ماه رمضان اور اس کے بعد مرغبانی کی مصنوعات کی قلت کی وجہ بن سکتی ہے۔ پی پی اے کے مطابق کشم کام نے مرغیوں کے چارے میں استعمال ہونے والے اجزاء جن میں وٹائز اور امینو اسٹڈ شامل ہیں، جاری کرنے سے انکار کر دیا ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مرغیوں کے چارے میں استعمال ہونے والے یہ اجزاء گزشتہ 50 سال سے درآمد ہو رہے ہیں لیکن اب اچانک انہیں ادویات کے زمرے میں شمار کیا جا رہا ہے۔ بندرگاہ پر ان اجزاء کے سینکڑوں کٹیں پھنسنے ہوئے ہیں اور یہ اجزاء درجہ حرارت کے حوالے سے حساس ہیں، مزید تاخیر سے ان اجزاء کی افادیت ختم ہو جانے کا امکان ہے۔ (دی ایکپرنس

ایل سی سی آئی نے وزارت پانی و بجلی پر زور دیا ہے کہ مرغبانی شعبے کو بجلی کی بندش (لوڈ شیڈنگ) سے مستثنی قرار دیا جائے۔ ایل سی سی آئی کے صدر عبدالباسط نے مرغبانی کی صنعت کے وفد سے ملاقات کے بعد کہا ہے کہ مرغبانی کرنے والے، سینالے (پتھری) مالکان، مرغی سے مصنوعات بنانے والے کارخانوں کے مالکان (شام چھ بجے سے صبح چار بچے تک) بجلی کی بندش کی وجہ سے بھاری نقصان اٹھا رہے ہیں۔ (ڈاں، 6 جون، صفحہ 11)

PBIF (پی بی آئی ایف) میاں زاہد حسین نے کہا ہے کہ حالیہ بجٹ میں مرغبانی کی صنعت کو نظر انداز کیا گیا ہے اور اس شعبے کی زیادہ ترجیح دیکھ دی گیا۔ مرغبانی کے شعبے میں 300 بلین ڈالر کی عالمی حلال منڈی میں اہم کردار حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہے جو ملک میں یہ وزگاری، غذائی عدم تحفظ میں کمی اور زرمباولہ میں اضافہ میں مدد بھی دے سکتی ہے۔ ملک میں اس وقت سالانہ 1.4 بلین مرغیوں کی پیداوار ہوتی ہے جس میں سے صرف 15 فیصد کی قدر میں اضافہ (ولپیو ایڈیشن) کیا جاتا ہے۔ (بیان، 18 جون، صفحہ 2)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان دنیا میں برائیلر مرغی پیدا کرنے والا دسوال بڑا ملک بن گیا ہے اور مرغبانی کی صنعت ملک کی دوسری سب سے بڑی صنعت ہے جس کی سالانہ تجارت 750 بلین روپے ہے۔ اب تک مرغبانی شعبہ زیادہ تر غیر رسمی طور پر کام کر رہا ہے اور سڑک کنارے دکانوں پر زندہ مرغیوں کی فروخت اب بھی جاری ہے جبکہ برائیلر مرغی پیدا کرنے والے زیادہ تر بڑے ممالک میں 90 سے 99 فیصد مرغی کا گوشت تجارتی بنیادوں پر تیار (پروس) اور (قدر میں اضافے کے لیے) مختلف مصنوعات میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں صرف پانچ فیصد مرغی کی پیداوار باقائدہ رسمی شعبے میں قدر میں اضافے کے لیے تیار (پروس) کی جاتی ہے۔ ملک میں مرغبانی کے شعبے میں قدر میں اضافے کی صنعت میں بڑھوڑی نہ

ہونے کی مختلف وجوہات ہیں جن میں سرمایہ داروں کے لیے مراعات کا نہ ہوتا، مرغی کے بیچ (گرینڈ پیرنس اسٹاک) اور دیگر خام مال کی درآمد پر عائد بھاری محصول شامل ہیں۔ (ناصر جمال، ڈان، 7 اگست، صفحہ 1، برس ایڈٹ فناں)

۷۔ تجارت

برآمدات

ایک خبر کے مطابق برس کلب آرگنائزیشن ڈیپارٹمنٹ ماسکو کے سربراہ اگور کولیسو (Igor Kolesov) اور گارڈ ایگر لیکچر ریسرچ اینڈ سروس نے مستقبل میں دونوں ممالک کے درمیان چاول کی تجارت بلند سطح پر لے جانے پر اتفاق کیا ہے۔ درکان پر مشتمل روی و فد کو پنجاب حلال ڈیولپمنٹ ایجنسی (PHDA) نے مدعو کیا تھا جس نے لاہور میں چاول، گوشت اور پنیر سمیت دیگر اشیاء کے برآمد کنندگان سے ملاقات کی ہے۔ روی و فد کے سربراہ کا کہنا تھا کہ روی کو حلال گوشت کی ضرورت ہے اور پاکستان یہ ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ اس سلسلے میں روی کی ایک نیم پاکستان کا دورہ کرے گی جس کے بعد روی پاکستان سے گوشت درآمد کرے گا۔ (برس ریکارڈ، 29 جولائی، صفحہ 8)

• چاول

عراقی حکومت نے پاکستان سے چاول درآمد کرنے کے لیے چاول کی مخصوص اقسام کی شرط (قوانين) ختم کرنے پر اتفاق کیا ہے جس کی وجہ سے عراق کو چاول کی برآمد گزشتہ پانچ سالوں سے معطل ہے۔ یہ فیصلہ ڈائریکٹر جزل ٹی ڈی اے پی بشیر شاہ اور چیئرمین رائس ایکسپورٹر ایوسی ایشن آف پاکستان (REAP) محمود باقی مولوی کی عراق کے سیکریٹری وزارت تجارت ولید حبیب الموسوی سے ملاقات میں کیا گیا۔ حبیب الموسوی نے پاکستانی وفد کو یقین دہانی کروائی ہے کہ عراق پاکستانی چاول درآمد کرنے کے لیے چاول کی مخصوص اقسام کی شرط ختم کر دیگا۔ (ڈان، 24 مئی، صفحہ 10)

چیزِ میں REAP (ریپ) محمود باقی مولوی نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ہابرڈ بیچ بنانے والی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ پیداوار میں اضافہ کیا جاسکے۔ ان کا کہنا تھا کہ چاول کی برآمدی طلب موجود ہے لیکن منڈی میں مطلوبہ چاول کی مقدار کم ہے۔ انھوں نے چاول کا ہابرڈ بیچ بنانے والی کمپنی "گارڈ" کے کردار کو سراہا جس نے پاکستان کو بیچ برآمد کرنے والے ممالک میں شامل کیا۔ حکومت کو اس کمپنی کی تحقیق سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور کمپنی کا بیچ خرید کر کمانوں میں منت تقسیم کرنا چاہیے تاکہ ملک میں لبے چاول کی پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان نے عراق کی منڈی تک رسائی حاصل کر لی ہے اور اب میکسیکو پر توجہ دی جا رہی ہے۔ اس حوالے سے روایاں سال اگست میں ایک وفد میکسیکو کا دورہ کرے گا۔ (بنیں ریکارڈ، 26 مئی، صفحہ 13)

سکرپٹری تجارت یونیورسٹی کے اور ان کے سری لنکن ہم منصب کے درمیان ملاقات میں پاکستان نے ہنگامی بنیادوں پر سری لنکا کو 25,000 ٹن چاول برآمد کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے تاکہ سری لنکا میں خشک سالی سے چاول کی پیداوار میں ہونے والی کمی کو پورا کیا جاسکے۔ ملاقات کے بعد جاری کیے جانے والے اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ سری لنکا نے حکومتی سطح پر پاکستان سے 300,000 ٹن چاول خریدنے کی درخواست کی تھی۔ یونیورسٹی کے وفد کو بتایا کہ پاکستان ایک ساتھ چاول مطلوبہ مقدار میں برآمد نہیں کر سکتا کیونکہ چاول کا موسم ختم ہو چکا ہے۔ پاکستان ابتدائی طور پر 25,000 ٹن چاول سری لنکا کو فراہم کرے گا۔ چاول کی بقیہ مقدار کے لیے دونوں ممالک کے تجارتی ادارے ستمبر اکتوبر میں نئی فصل آنے پر قیمت اور برآمدی وقت پر بات چیت کریں گے۔ (ڈان، 11 جولائی، صفحہ 10)

چھل سبزی

ایف پی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے باغبانی کے چیزِ مین احمد جواد نے کہا ہے کہ اگر حکومت مدد کرے تو اس شعبے سے ایک بیشن ڈالر کا زرمندی کیا جاسکتا ہے۔ باغبانی شعبے کو فوری طور پر بھاپ سے عمل کاری کے کارخانے (ہاٹ واٹر ٹرینٹ پلانٹ)، آب و ہوا کو اختیار میں رکھنے والے گودام (کنٹرولڈ ایٹھوس فیبر

اسٹورز) اور برآمدی اخراجات پر مراعات کی ضرورت ہے۔ باغبانی شعبے میں پاکستان کا عالمی تجارت میں حصہ صرف تین فیصد ہے۔ وزارت تجارت برآمدات کے لیے منفرد پرمنی حکمت عملی اپنارہی ہے جس سے اس شعبے میں بہتری آئی ہے۔ (بڑنس ریکارڈر، 2 مئی، صفحہ 12)

جزل مینجر اسماں ایڈٹ میڈیم انٹر پرائزز ڈیلوپمنٹ اخوارٹی (SMEDA) چاوید اقبال خٹک نے کہا ہے کہ اخوارٹی سوات میں پھلوں کو خشک کرنے کا کارخانہ (ڈی ہائیڈریشن یونٹ) قائم کر رہی ہے۔ دنیا میں خٹک میوہ جات کی طلب 0.95 ملین ٹن ہے جبکہ پاکستان صرف 50 ملین ڈالر مالیت کے 8,000 ٹن خٹک میوہ جات برآمد کرتا ہے۔ ضلع سوات بڑی مقدار میں خٹک پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ 71,265 ٹن پھل ٹن سیب، خوبانی، ناشپاتی، املوک اور آڑو پیدا ہوتا ہے لیکن اس پیداوار میں سے تقریباً 28,000 ٹن پھل ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود 7,127 ٹن پھل خشک کرنے کے لیے دستیاب ہوگا۔ ان تمام حقائق کو منظر رکھتے ہوئے اخوارٹی نے 59.94 ملین روپے لگت کا پھلوں کو خشک کرنے کا کارخانہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو سالانہ 175 ٹن کی پیداواری صلاحیت کا حامل ہوگا۔ (بڑنس ریکارڈر، 23 جون، صفحہ 21)

پاکستان اور انڈونیشیا کے درمیان برآمدات میں اضافے کے لیے کیے گئے طویل مذاکرات کے نتیجے میں انڈونیشیا نے دسمبر سے اپریل جنوری تک پاکستانی کیون درآمد کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ اس سے پہلے یہ درآمدی مدت جنوری تا اپریل تھی۔ اس کے علاوہ انڈونیشیا نے پاکستان سے تازہ پھلوں کے درآمدی جنم میں اضافے اور منی سے اکتوبر تک پاکستانی آم درآمد کرنے کی اجازت دینے پر بھی اتفاق کیا ہے۔ پاکستان کو یہ سہولیات پاکستان اور انڈونیشیا کے درمیان ہونے والے تجارتی معاهدے پر رواں ماہ ہونے والے تیسرے جائزہ اجلاس میں دی گئیں ہیں۔ پاکستان نے معاهدے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا تھا جس پر عملدرآمد کے بعد انڈونیشیا کو پاکستانی برآمدات میں 100 ملین ڈالر کی ہوئی تھی جبکہ انڈونیشیا کی پاکستان کو برآمدت تقریباً دو گنی ہو گئی تھیں۔ (بڑنس ریکارڈر، 30 اگسٹ، صفحہ 8)

پاکستان سے آم کی برآمد اگلے ہفتے شروع ہوگی لیکن کراچی میں پانچ دنوں سے جاری نقل و حمل میں استعمال ہونے والی گاڑیوں کی ہڑتاں کی وجہ سے یہ عمل متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔ ایف پی سی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے با غبانی کے چیئرمین احمد جاوید کے مطابق ہڑتاں کی وجہ سے جلد خراب ہونے والے چھل اور سبزیوں کی برآمد متاثر ہوگی جس سے آم کی برآمد پر بھی اثر پڑے گا۔ پاکستان آم کی برآمد سے سالانہ 70 ملین ڈالر کا زر متبادلہ حاصل کرتا ہے۔ 70 فیصد آم دبی، متحده عرب امارات کو برآمد کیا جاتا ہے جہاں سے آم دیگر عرب ممالک بھیجا جاتا ہے۔ (دی ایک پریس ٹریبیون، 14 مئی، صفحہ 11)

اس سال آم کی برآمد 20 مئی سے شروع ہوگی۔ آل پاکستان فروٹ اینڈ ٹینکنیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹس ایسوی ایشن (PFVA) نے حالیہ موسم کے لیے آم کا برآمدی ہدف 100,000 ٹن مقرر کیا ہے۔ پچھلے سال بھی آم کا برآمدی ہدف یہی تھا لیکن 128,000 ٹن آم برآمد کیا گیا تھا جس سے 68 ملین ڈالر کا زر متبادلہ حاصل ہوا۔ PFVA (پی ایف وی اے) کے سربراہ وحید احمد کا کہنا ہے کہ خراب موسم کی وجہ سے آم کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ پنجاب میں سردی کے دورانیے میں اضافے، طوفان اور تیز ہواں کی وجہ سے آم کی متوقع پیداوار 1.8 ملین میں 600,000 لاکھ ٹن کمی کا اندریشہ ہے۔ پاکستان دنیا کے 50 ممالک کو آم برآمد کرتا ہے اور اب چین بھی ایک بڑی منڈی کی حیثیت سے سامنے آ رہا ہے۔ چیئرمین کا مزید کہنا تھا کہ موسمی تبدیلی ملکی زراعت کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ سندھ اور پنجاب حکومت کو موسمی تبدیلی سے ہونے والی اثرات سے منٹنے کے لیے بہت میں زیادہ سے زیادہ رقم مختص کرے۔ (ڈان، 20 مئی، صفحہ 10)

سندھ کے آم کے کاشتکاروں نے 20 مئی سے برطانیہ، سعودی عرب اور متحده عرب امارات کو آم کی برآمد شروع کر دی ہے اور اب تک 21,000 گلوگرام آم برآمد کیا جا چکا ہے۔ کاشتکاروں کا کہنا ہے کہ ان کی آم کی پیداوار بہتر ہوتی ہے جبکہ کچھ علاقوں میں پانی کی کمی کا سامنا رہا جہاں آم پر برے اثرات مرتب

ہوئے، ان علاقوں میں نواب شاہ، میر پور خاص، ٹنڈوالہ یار اور میاری شامل ہیں۔ اس سال آم کے باغات کا رقبہ 154,329.666 ایکڑ پر محیط ہے جو پچھلے سال 154,040.553 ایکڑ تھا۔ آم کے ایک کاشتکار شار احمد کے مطابق ابتداء میں سندھڑی آم کی قیمت 2,500 روپے فی من تھی جواب 2,800 روپے فی من فروخت ہو رہا ہے۔ (ڈان، 4 جون، صفحہ 10)

ایف پی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے با غبانی کے چیئرمین احمد جواد کا کہنا ہے کہ آم کی فضائی ترسیل (ایئر کارگو) کے اخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے برآمد کنندگان مایوسی کا شکار ہیں جو پاکستان سے آم کی برآمد پر اثر انداز ہوگی۔ آم کی برآمد کا 50 فیصد ہوائی جہاز سے ترسیل کیا جاتا ہے۔ اگر فضائی کمپنیاں ہر سال کرایہ بڑھاتی رہیں تو برآمد کنندگان کے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ منافع بخش منڈیوں میں آم فروخت کر سکیں۔ کراچی سے لندن تک فضائی کمپنیاں فی کلو 1.72 ڈالر وصول کرتی ہیں جبکہ ممبئی سے لندن فی کلو 1.26 ڈالر کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔ اس فرق سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ برطانیہ کی منڈی میں پاکستانی اور بھارتی آم کی قیمت کیا ہوگی۔ احمد جاوید نے ہوا بازی کی وزارت پر زور دیا کہ وہ کوئی کے حوالے سے لائف عمل طے کرے۔ اس کے علاوہ وزارت تجارت ایک حکمت عملی مرتب کر سکتی ہے جس کے تحت حکومت نئی منڈیوں میں آم کی برآمد کو فروع دینے کے لیے برآمد کنندگان کو کل کرایہ پر 15 فیصد زر تلافی دے۔ (بڑس ریکارڈر، 7 جون، صفحہ 13)

ایف پی سی آئی کی قائمہ کمیٹی برائے با غبانی کے چیئرمین احمد جواد کے مطابق اس سال مغربی اور مشرقی وسطی کے ممالک کو آم برآمد سے 68 سے 70 ملین ڈالر آمدی متوقع ہے۔ بھارت نے پہلی بار جنوبی کوریا آم (القانسو) برآمد کیے لیکن اسے معیار کے حوالے سے شکایات کا سامنا ہے۔ بھارتی آم القانسو پر یورپی یونین میں بھی شکایات سامنے آ رہی ہیں جو پاکستانی آم کی فروخت میں مزید اضافہ کر سکتی ہے۔ آم کی برآمد کے لیے حکومت کو فضائی کرایہ پر زر تلافی دینی چاہیے۔ (دی ایکسپریس نیپیون، 18 جون، صفحہ 11)

ملتان میں آم کے کاشنکاروں کی تنظیم ملتان مینگو گروز ایسوی ایشن کے صدر طارق خان نے حکومت سے آم کی ترسیل کے فضائی نرخ کم کرنے کا مطالبہ کیا ہے تاکہ آم کا برآمدی ہدف حاصل کیا جاسکے۔ اکثر آم کی فضائی ترسیل پر آنے والی لاغٹ اس کی قیمت سے زیادہ ہوتی ہے۔ آم کی ترسیل پر بھاری لاغٹ یورپی اور دیگر منڈیوں میں آم کی برآمد میں اضافے کے لیے برآمد لندگان کی کوششوں میں رکاوٹ ہے۔ (بیس ریکارڈ، 21 جون، صفحہ 13)

ایف پی سی آئی کے علاقائی چیئرمین برائے باعینی احمد جواد نے کہا ہے کہ امریکہ میں پاکستانی آم کی درآمد پر چھ سال پہلے دی گئی صفر محصول کی سہولت کے باوجود پاکستانی آم امریکی منڈی میں جگہ بناۓ میں ناکام ہے۔ اس ناکامی کی وجہ پاکستان میں اس حوالے سے سہولیات کا نہ ہونا ہے۔ سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ امریکہ میں پاکستانی آم کی شعاع ریزی (اریٹیشن) کی جاتی ہے جس پر صارفین تک پہنچنے سے پہلے آٹھ ڈالنی کلوگرام لاغٹ آتی ہے جس میں آم کی اصل قیمت شامل نہ کی جائے تو بھی زیادہ تر امریکی صارفین اس قیمت پر آم نہیں خرید سکتے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اس مسئلے کا واحد حل یہ ہے کہ ملک میں ہی امریکہ کی منتظر کردہ شعاع ریزی کا مرحلہ تکمیل کیا جائے جیسا کہ جنوبی کوریا کے معاملے میں کیا گیا ہے۔ اس وقت جنوبی کوریا برآمد کیے جانے والے آم لاہور میں شعاع ریزی کے عمل سے گزرتے ہیں جس کی نگرانی جنوبی کوریا کے ماہرین کرتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 جولائی، صفحہ 11)

پاکستان نے ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند میں پہلے آم میلے کا کامیاب انعقاد کیا جس میں ازبک شرکاء نے گرجوٹی کا مظاہرہ کیا۔ واس چانسلر محمد نواز شریف زرعی یونیورسٹی (MNSUA) ڈاکٹر آصف علی کے مطابق یہ میلہ یونیورسٹی نے اسلام آباد میں ازبک سفارتخانے اور ازبکستان میں پاکستانی سفارتخانے کے اشتراک سے منعقد کیا۔ میلے میں پاکستانی آم کی مختلف اقسام اور ان سے تیار کردہ مصنوعات پیش کی گئیں۔ میلہ دنیا بھر میں خصوصاً وسطی الیشیاء میں آم کی برآمد کے دروازے کھولنے کا باعث ہوگا اور اس سے عالمی منڈی میں آم کو فروغ دینے میں مدد ملے گی۔ (بیس ریکارڈ، 2 اگست، صفحہ 13)

• کینو

ایف پی سی آئی نے ایرانی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ پاکستان سے مستقل بنیادوں پر کینو درآمد کرنے کی اجازت دے تاکہ دونوں ممالک کے درمیان باہمی تجارت کو فروغ دیا جاسکے۔ ایران میں کینو کی مسالانہ کھپت 60,000 ٹن ہے۔ ایف پی سی آئی کی باعثیتی کمیٹی کے چیئرمین احمد جواد نے کہا ہے کہ گزشتہ سال فروری میں ایران نے صرف دو ماہ کے لیے پاکستانی کینو درآمد کرنے کی اجازت دی۔ ایرانی وزارت زراعت کو پاکستانی وزارت تجارت کے ساتھ بیٹھ کر اگر کوئی تحفظات ہیں تو ان کا تبادلہ کرنا چاہیے تاکہ دونوں فریاق اس کا مستقل حل تلاش کر سکیں۔ (دی ایکسپریس ٹیبیون، 31 اگست، صفحہ 10)

• حلال گوشت

ایک مضمون کے مطابق مال مویشی شبے میں پالیسی سازی پر تحقیق کے ادارے دی سینٹر فار اپلائیڈ پالیسی ریسرچ ان لائیو اسٹاک کی جاری کردہ حکمت عملی میں کہا گیا ہے کہ اگر پاکستان کچھ جامع اقدامات کرے تو پاکستانی گوشت کی برآمد کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ پاکستان مشرق و سطی و مشرق بحید میں واقع ہے جو گوشت کے بڑے درآمد کنندہ ہیں۔ جیسی پاکستان کا پڑوسی ہے جو گوشت کے بڑے خریدار کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔ بھارت گوشت کا بڑا برآمد کنندہ ملک ہے لیکن اس وقت مقدس گائے کی قربانی پر عائد پابندی کی وجہ سے صرف اتر پردیش میں 50 فیصد مذبح خانے بند کر دیے گئے ہیں۔ پاکستان کی حلال گوشت کی درست تجارتی پالیسی منڈی میں بھارتی برآمد میں کمی کو پورا کر سکتی ہے۔ پاکستان کو حاصل چنگافیائی فوائد کے علاوہ یہاں دیگر ممالک کے مقابلے سنتی افرادی قوت موجود ہے۔ اس وقت ملک میں 17 گوشت کے کارخانے (پروسنگ یونٹ) ہیں جن میں سے نو سندھ میں جگہ آٹھ پنجاب میں ہیں۔ ملک میں گوشت کے صرف 35 برآمد کنندگان ہیں جن کی برآمد کا جم میں ڈالر ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 15 مئی، صفحہ 4، بنس اینڈ فائلز)

• سمندری خوارک

ادارہ شماریات پاکستان (PBS) کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق رواں مالی سال کے پہلے میئنے میں چھٹلی اور اس سے بنی مصنوعات کی برآمد میں 12.19 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ جولائی 2017 میں برآمد 12.47 ملین ڈالر تک پہنچ گئی جو کہ پہلے سال اس میئنے 11.18 ملین ڈالر تھی۔ (بیس ریکارڈ، 28 اگست، صفحہ 21)

• چینی

ایک نمر کے مطابق پاکستان میں صارفین چینی کی عالمی منڈی میں قیمت سے کہیں زیادہ قیمت ادا کر رہے ہیں۔ جولائی تا اپریل 2016-2017 عالمی منڈی میں چینی کی قیمت میں 16 فیصد کمی ہوئی۔ جولائی 2016 میں عالمی قیمت 430 ڈالر فی ٹن (45 روپے فی کلوگرام) تھی جو اپریل 2017 میں کم ہو کر 360 ڈالر فی ٹن (37 روپے فی کلوگرام) ہو گئی تھی۔ پاکستان میں چینی کی پیداوار بڑھ رہی ہے لیکن صارفین کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا۔ منڈی میں چینی کی تصور قیمت 53 روپے فی کلو ہے جبکہ دکاندار 58 سے 60 روپے فی کلو فروخت کر رہے ہیں۔ چیرمین کے ڈبلیو جی اے انیس مجید نے چینی کی برآمد کے سلسلے میں زر تلافی دینے کی حمایت کی ہے تاکہ اضافی ذخیرہ ختم کیا جاسکے۔ ان کا کہنا تھا کہ چینی کی قیمت فی کلو 55 سے 65 روپے مناسب ہے۔ اگر قیمت اس سے کم کی گئی تو گنے کے کاشتکار دوسری فضلوں کی طرف مائل ہونگے۔ قومی اقتصادی سروے 2016-2017 کے مطابق چینی کی پیداوار تاریخی سطح 73.6 ملین ٹن تک پہنچ گئی ہے جو 2015-2016 میں 65.5 ملین ٹن تھی۔ (ڈان، 18 جون، صفحہ 10)

چیرمین پی ایم اے خیبر پختونخوا عبداللہ قادر خنک نے کہا ہے کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ دو ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے تاکہ مالکان کسانوں کو گنے کی قیمت بر وقت ادا کر سکیں۔ اس کے علاوہ خود حکومت کو بھی محصولات کی وصولی کی مدد میں فائدہ ہو گا۔ قادر خنک کا کہنا تھا کہ حکومت سے چینی برآمد کرنے کی اجازت مانگی ہے لیکن اب تک کوئی جواب نہیں ملا جس کی وجہ سے گنے کی پیداوار میں کمی اور

ملوں کی جانب سے اس کی قیمت میں ادائیگی میں تاخیر ہو رہی ہے۔ پچھلے دو سالوں سے ملیں دو ملین ٹن ضرورت سے زیادہ چینی پیدا کر رہی ہیں اور اس سال اس اضافی پیداوار میں سزید ایک ملین ٹن کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے سزید کہا کہ پچھلے دو سالوں سے سندھ اور پنجاب حکومت چینی کی برآمد پر پانچ روپے فی کلو زر تلافی دے رہی ہے جبکہ خیر پختونخوا حکومت نے اقتصادی رابطہ کمیٹی سے کیے گئے وعدے کے باوجود چینی کی برآمد پر زر تلافی ادا نہیں کی۔ (دی ایک پر لیں ٹریبیون، 20 جون، صفحہ 10)

بین الاصوبائی وزراتی کمیٹی (IMC) نے اقتصادی رابطہ کمیٹی سے 0.6 ملین ٹن چینی برآمد کرنے کی سفارش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چیر مین کمیٹی اور وزیر تجارت خرم دشیر خان کا کہنا تھا کہ چینی کی اس مقدار میں پہلے اجازت دی گئی 0.425 ملین ٹن مقدار شامل ہوگی۔ چینی کی برآمد مقامی منڈی میں چینی کی متوازن قیمت سے مشروط ہوگی۔ مقامی منڈی میں قیمت میں غیر معمولی اضافے کی صورت میں کمیٹی اقتصادی رابطہ کمیٹی کو چینی کی برآمد روکنے کی سفارش کرے گی۔ ان کا سزید کہنا تھا کہ 0.6 ملین ٹن میں سے 0.45 ملین ٹن چینی برآمد ہونے کے بعد کمیٹی چینی کے ذخیرے کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے سزید چینی برآمد کرنے کی اجازت دے گی۔ (ڈاں، 21 جون، صفحہ 10)

حکومت نے مقامی منڈی میں چینی کی مستحکم قیمت سے مشروط 300,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ برآمد کی منظوری وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی صدارت میں ہونے والے اقتصادی رابطہ کمیٹی کے ایک اجلاس میں دی گئی۔ کمیٹی نے وزارت تجارت کی جانب سے 600,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی سفارش رد کر دی اور فیصلہ کیا گیا ہے کہ اگر مقامی منڈی میں چینی کی قیمت میں اضافہ ہوا تو چینی کی برآمد نوری طور پر روک دی جائے گی۔ حکام کے مطابق چینی کی برآمد پر کوئی زر تلافی ادا نہیں کی جائے گی۔ (ڈاں، 19 جولائی، صفحہ 10)

چیر مین سندھ آباد گار بورڈ عبدالجید نظامی نے وزیر اعظم کو لکھے گئے ایک خط میں چینی کی صنعت کی ختنہ

حالی اور کاشتکاروں کو رقم کی ادائیگی میں تاخیر پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ خط میں مزید کہا گیا ہے کہ زر تلافی دیے بغیر چینی برآمد نہیں ہوگی۔ اس وقت عالمی منڈی میں 35 ملین ٹن اضافی چینی موجود ہے جس کی وجہ سے قیمت 555 ڈالر سے 395 ڈالر فی ٹن پر آگئی ہے۔ چینی کے شعبے میں بدانظامی کی وجہ سے گنے کے کاشتکار متاثر ہو رہے ہیں۔ اس صورتحال میں حکومت کی جانب سے 300,000 ٹن چینی برآمد کرنے کی اجازت صنعت کو بہت زیادہ فائدہ نہیں دے سکتی۔ (ڈان، 21 جولائی، صفحہ 10)

پی ایم اے پنجاب زون نے حکومت کی جانب سے وقت پر چینی برآمد کرنے کی اجازت نہ دینے کی پالیسی مسترد کرتے ہوئے حکام کو اس حوالے سے تمام شراکت داروں سے فوری طور پر مسائل کے حل کے لیے مشاورت کرنے کی تجویز دی ہے۔ گنے کی پیداوار میں استعمال ہونے والے داخل برآہ راست حکومتی اختیار میں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ چینی کی صنعت ہمیشہ حکام کی بنائی گئی پالیسی کی محتاج رہتی ہے۔ جنوری فروری 2017 میں چینی کی عالمی قیمت اس سطح پر تھی کہ صنعت بغیر زر تلافی چینی کا اضافی ذخیرہ برآمد کر سکتی تھی لیکن اس وقت حکام نے صنعت کی جانب سے کی جانے والی درخواست کو رد کر دیا اور چینی برآمد کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اب ان حالات پر قابو پانے کے لیے زیادہ موقع دستیاب نہیں ہیں۔ حکومت کو اس وقت چینی کی صنعت اور گنا کاشت کرنے والے ہزاروں کسانوں کو تحفظ دینے کے لیے چینی کا اضافی ذخیرے خریدنے اور اس کی برآمد پر زر تلافی دینے جیسے درست اقدامات کرنے چاہیے۔ پی ایم اے کا کہنا ہے کہ اگر ضروری اقدامات نہ کیے گئے تو میں ان حالات میں نہیں کہ گنے کے کاشتکاروں کو اس کی قیمت 120 روپے فی من سے زیادہ دے سکتیں۔ (پنس ریکارڈ، 25 جولائی، صفحہ 13)

• کھاد

کھاد کمپنیوں نے حکومت سے کھاد برآمد کرنے کی مدت میں دس برس تک توسعہ کرنے کا مطالبہ کیا ہے جو ملک میں موجود اضافی پیداوار کو محکانے لگانے میں مددگار ہوگی۔ اینگر و فریٹلائزر کے سربراہ رویل محمد کا اس حوالے سے کہنا ہے کہ حکومت 0.5 سے 0.6 ملین ٹن کھاد برآمد کرنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ اس

وقت صنعت کے پاس 1.5 ملین ٹن کھاد کا ذخیرہ موجود ہے۔ (ڈان، 11 منی، صفحہ 10)

درآمدات

• دالیں

مک میں دالوں کی پیداوار میں کمی کی وجہ سے مالی سال 17-2016 کے ابتدائی دس ماہ میں ایک ملین ٹن دالیں درآمد کی گئی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق جولائی سے اپریل تک 834 ملین ڈالر مالیت کی 1.098 ملین ٹن دالیں درآمد کی گئیں جبکہ گزشتہ سال اسی دورانیے میں 485 ملین ڈالر کی 0.752 ملین ٹن دالیں درآمد کی گئی تھیں۔ پاکستان نے اس سال مہنگی دالیں درآمد کیں کیونکہ دالوں کی فی ٹن اوسط قیمت گزشتہ سال 645 ڈالر کے مقابلے اس سال (جولائی تا اپریل) 759 ڈالر تھی۔ چیزیں کے ڈبلیو جی اے انیس مجید کا کہنا ہے کہ پچھلے دو سالوں سے مقامی دالوں کی پیداوار میں کمی کے نتیجے میں دالوں کی درآمد میں اضافہ ہوا ہے۔ روایتی دالوں کی پیداوار 225,000 سے 250,000 ٹن رہی جو گزشتہ سال 325,000 سے 350,000 ٹن تھی جبکہ ملک میں دالوں کی طلب 750,000 ٹن ہے۔ (ڈان، 24 منی، صفحہ 10)

• کپاس

ایک خبر کے مطابق یونکائل کی وزارت نے کپڑے کی صنعت کے مفادات کے تحفظ کے لیے کپاس کی درآمد پر دوبارہ محصول عائد کرنے کی مخالفت کی ہے۔ درآمدی محصول کے نفاذ کی مخالفت کسانوں کو متاثر کرے گی جو پہلے ہی کمی سالوں سے مسائل کا شکار ہیں۔ اقتصادی رابطہ کمیٹی کی جانب سے اس حوالے سے قائم کردہ کمیٹی میں سیکریٹری وزارت یونکائل کا کہنا تھا کہ پاکستان کی کپاس کی ضرورت تقریباً 14 ملین گانٹھیں ہیں جبکہ پیداوار 10.6 ملین گانٹھیں ہے۔ کپڑا میں 1.7 ملین گانٹھیں درآمد کرچکی ہیں جبکہ مزید دو ملین گانٹھوں کی ضرورت ہوگی۔ کپاس کی درآمد پر محصول کا دوبارہ نفاذ منڈی میں منفی اثرات مرتب کرے گا۔ تاہم کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ حکومت کپاس پر درآمدی محصول اور اس کی فروخت پر محصول (سیلز ٹکس) عائد کر سکتی ہے لیکن اس کا اطلاق 15 اگست سے ہونا چاہیے۔ حکومہ خزانہ نے کمیٹی کی سفارش

پر اقتصادی رابطہ کمیٹی سے منظوری حاصل کر لی ہے جس میں اقتصادی رابطہ کمیٹی نے 15 جولائی سے محصولات دوبارہ عائد کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ (دی ایک پریس ٹریپیون، 25 مئی، صفحہ 11)

۷۱۔ کارپوریٹ شعبہ

غذائی کمپنیاں

ایک خبر کے مطابق ڈبہ بند دودھ (ٹیڑا پیک) بنانے والی کمپنیوں نے دودھ کی قیمت میں 10 روپے اضافہ کر دیا ہے جس کے بعد ایک لیٹر دودھ کی قیمت 130 روپے تک پہنچ گئی ہے۔ کراچی کی خورده فروش انجمن (کراچی ریٹیل گروورز گروپ) کے جنل سیکریٹری فرید قریشی کا کہنا ہے کہ نیسلے اور اینگرو نے سات جولائی سے قیمتوں میں اضافہ کیا ہے۔ اینگرو فوڈز کے حکام کا کہنا ہے کہ عدالت میں ڈبہ کے دودھ کے حوالے سے دائر مقدمے کی وجہ سے کمپنیوں کے تیار کردہ دودھ کی فروخت میں 30 فیصد کمی ہوئی ہے۔ فروخت میں کمی اور پیداواری لaggت میں اضافے نے منافع پر پانی پھیسر دیا ہے۔ ان حالات میں قیمت میں اضافہ ناگزیر تھا۔ اس حوالے سے نیسلے پاکستان کے عہدیدار کا کہنا ہے کہ کمپنی نے آخری بار 2014 میں قیمت میں اضافہ کیا تھا اور حالیہ اضافہ صرف افراط زر کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ (دی ایک پریس ٹریپیون، 19 جولائی، صفحہ 10)

• نیسلے

نیسلے پاکستان نے 30 جون کو ختم ہونے والی پہلی شماہی میں 10 فیصد بڑھوتری کے ساتھ 7.93 بلین روپے منافع کا اعلان کیا ہے جو پچھلے سال اسی دورانیے میں 6.42 بلین روپے تھا۔ کمپنی کے منافع کا اعلان نیسلے پاکستان یورڈ آف ڈائریکٹرز کے اجلاس کے بعد کیا گیا۔ (بڑنس ریکارڈر، 23 اگست، صفحہ 11)

• اینگرو فوڈز

اینگرو فوڈز نے حکومت کی جانب سے محصولات کی پالیسی میں تبدیلی نہ کرنے کی صورت میں کمپنی کا سکھر

میں دودھ کی پیداوار کا کارخانہ بند کرنے کا عنديہ دیا ہے۔ کمپنی کے نیجنگ ڈائریکٹر علی احمد خان نے بینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے خزانہ میں بجٹ تجویز پر اپنی سفارشات مکمل کرتے ہوئے کہا کہ محصولات میں اضافے کی وجہ سے کمپنی کا منافع پچھلے دس سالوں میں پہلی بار فروخت میں 20 فیصد کمی کے ساتھ چلی ترین سطح پر آگیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ گزشتہ تین سالوں میں ڈیری کی صنعت کو محصولات میں ہونے والی تبدیلوں کا سامنا رہا جس میں داخل کی خریداری پر محصولات کی واپسی (ریفیڈ) کی سہولت بھی شامل ہے۔ ڈیری ایسوی ایشن کی نمائندگی کرتے ہوئے علی احمد خان نے حکومت سے صفر درجہ محصول کا مطالبه کیا ہے جس کے تحت کمپنیوں کی جانب سے استعمال کیے گئے داخل پر وصول کیا گیا محصول واپس کیا جاتا ہے۔ ڈیری ایسوی ایشن نے حکومت سے چائے کو سفید کرنے والا مخلوں (لنی وائٹر) بنانے میں استعمال ہونے والے خشک دودھ (اسکمڈ ملک) کی درآمد پر محصول عائد نہ کرنے کا مطالہ بھی کیا ہے۔

(دی ایک پریس ٹریویون، 6 جون، صفحہ 10)

کھاد کمپنیاں

• فاطمہ فریشلائزر

فاطمہ فریشلائزر کا 30 جون 2017 کو ختم ہونے والی سہاہی میں بعد از محصول منافع بڑھ کر 2.017 بلین روپے ہو گیا ہے جو گزشتہ سال اسی دورانیے میں 1.850 بلین روپے تھا۔ کمپنی کی جانب سے حصہ بازار (اشتاک ایکچنچ) کو بھیجی گئی رپورٹ کے مطابق کمپنی کی فروخت اسی سہاہی میں 9.433 بلین روپے رہی جو پچھلے سال اسی دورانیے میں 7.515 بلین روپے تھی۔ (برنس ریکارڈر، 25 اگست، صفحہ 5)

ٹریکٹر کمپنیاں

• الغازی ٹریکٹر

الغازی ٹریکٹر لائیٹ نے سی این ایچ (CNH) انڈسٹریل اٹالیہ سے صفتی شراکتداری کے تحت معاملہ میں دس سال کی توسعی کرداری ہے جس کے تحت الغازی ٹریکٹر پاکستان میں (New Holland CNH) ٹریکٹر

تیار اور فروخت کرے گی۔ نئے معاهدے کے تحت کمپنی ٹریکٹر افغانستان برآمد بھی کرے گی۔ حال ہی میں ٹریکٹر کی صنعت کے ایک وفد نے وزیر اعظم کے مشیر برائے رویویو ہارون اختر سے ملاقات میں ٹریکٹر کے درآمدی پر زہ جات پر معقول محصول عائد کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ ٹریکٹر پر اس وقت پانچ فیصد سیز تیکس عائد ہے جبکہ اس کے مقامی اور درآمدی فاضل پر زہ جات پر 17 فیصد سیز تیکس عائد ہے۔ پاکستان آٹو موٹو مینو فیچر رز میوسی ایش (PAMA) بھی حکومت سے درآمدی محصولات (کشم ڈیوٹی اور ایڈیشنل کشم ڈیوٹی) کے خاتمے اور اور ٹریکٹر تیار کرنے کے لیے استعمال ہونے والے مداخل پر محصول (اپنٹ تیکس) کی شرح کم کرنے کا مطالبہ کرچکی ہے۔ (ڈاں، 18 منی، صفحہ 11)

VII۔ بیرونی امداد

اقوم متحده کا عالمی ادارہ برائے صنعتی ترقی یونائیٹед نیشنز انڈسٹریل ڈیولپمنٹ آر گناہنیشن (UNIDO) نے گلگت بلتستان میں تازہ اور خلک پھل، ٹراؤٹ مچھلی اور ڈیری کے شعبے میں صنعتی و زرعی ترقی کے لیے منصوبہ بندی کی ہے۔ منصوبہ کے پہلے مرحلے کے لیے بجٹ تقریباً تین ملین ڈالر ہو گا جو وفاقی حکومت، عالمی امدادی ادارے اور اقوام متحده کے تعاون سے اکھٹا کیا جائے گا۔ منصوبہ کا اہم مقصد مخصوص زرعی اشیاء کی قدر میں اضافے (ویلیو چین) کے لیے ان اشیاء کی پیلگ، درجہ بندی اور ان اشیاء کی تقدیقی سند (سریکیشن) کے لیے مدد فراہم کرنا اور مقامی اور میان الاقوامی متذہی سے روابط قائم کرنا شامل ہے۔ (ڈاں، 24 منی، صفحہ 11)

عالیٰ بینک

عالیٰ بینک نے پاکستان میں جنگلات کے تحفظ اور اس کی کثائی کی شرح کم کرنے میں مدد کے لیے اقوام متحده کے تیسری دنیا کے ممالک میں درختوں کی کثائی میں کمی کر کے کاربن کے اخراج میں کمی کے منصوبے ریڈ بس (REDD+) پروگرام کے تحت 3.8 ملین ڈالر فراہم کیے ہیں۔ وزارت موکی تبدیلی کے حکام کا کہنا ہے کہ جب تک کہ ملک میں درختوں کی کثائی جاری رہے گی ملک کو عالمی حدود کی وجہ سے درپیش

موہی تبدیلی کے تباہ کن اثرات سے بچایا نہیں جاسکتا۔ جنگلات موکم تبدیلی کے اثرات سے مطابقت پیدا کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرتے ہیں۔ گھروں میں کھانا پکانے اور گھر گرم رکھنے کے لیے تو انہیں تک رسائی نہ ہوتا، غیر قانونی درختوں کی کٹائی، آبادی میں اضافہ اور اس کی وجہ سے لکڑی کے استعمال میں اضافہ، زراعت اور دیگر منصوبوں کے لیے جنگلات کی زمین کا استعمال، زمین کٹاؤ ملک میں درختوں کی کٹائی کی بنیادی وجوہات ہیں۔ (دی ایکپر لیس ٹریبوں، 17 اگست، صفحہ 11)

امریکی امداد

وفاقی وزیر قومی غذا کی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان یوسف نے کہا ہے کہ کپاس کے چینیاتی وسائل میں بہتری، پتہ مروڑ یا باری پر قابو پانے اور کپاس کی بہتر دیکھ بھال کے طریقوں کو فروع دینے کے منصوبے نے یقینی بنایا ہے کہ تحقیقیں کپاس کی بیماریوں پر قابو پانے کے لیے ایک چھتری تلتے کام کر سکیں۔ وفاقی وزیر انٹریشنل سینٹر فار ایگری کلچرل ریسرچ ان ڈرائیوریز (ICARDA) کے USDA (یو ایس ڈی اے) کے تعاون سے چلنے والے منصوبے کے ایک اجلاس سے خطاب کر رہے تھے جو اگلے میئن انتظام پر ہو گا۔ وفاقی وزیر کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان اس منصوبے کو مزید بڑھانا چاہتا ہے۔ اس موقع پر چیزیں PARC (پارک) ڈاکٹر یوسف ظفر نے کہا کہ گو کہ یہ منصوبہ ختم ہو گیا ہے لیکن اس منصوبے کو جاری رکھنے کے لیے بات چیت جاری ہے۔ حکومت 85 ملین روپے لagg کے کپاس کے منصوبوں کو قرض لے کر مالی معاونت فراہم کرے گی۔ (ڈان، 17 مئی، صفحہ 11)

آم کی بید اوار اور برآمد میں اضافے میں مدد کے لیے یو ایس ایڈ کی طرف سے آم کے کاشتکاروں کو وزن اور جنم کے مطابق آم کو الگ کرنے والی خودکار مشینیں (مینگو گریڈر) فراہم کی گئی ہیں۔ اس حوالے منعقد کی گئی تقریب چیزیں پارک کا کہنا تھا کہ 13 کسانوں نے 750,000 ڈالر مالیت کے مینگو گریڈر دیے گئے ہیں۔ رواں سال آم کی برآمد میں اضافے کے لیے پہلی بار خودکار مینگو گریڈر اسٹیمال کے جائیں گے۔ (ڈان، 25 جولائی، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق پانچ سالہ منصوبہ بندی کے بعد 2015 میں یو ایس ایڈ نے پاکستان میں زراعت و غذا کی تحریک، پانی اور توائی کے شعبے میں پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا کی تین یونیورسٹیوں میں جدید اعلیٰ تعلیم کے تین مرکز قائم کیے تھے۔ ان مرکزوں کو چار امریکی یونیورسٹیوں کے ساتھ ایک وسیع تعلیمی و ظاہری تعلیم کے منصوبے (اسکالر شپ پروگرام) کے ذریعے جوڑا گیا تھا۔ تاہم نئی امریکی انتظامیہ کی جانب سے یو ایس ایڈ کے بجٹ میں کٹوتی کی گئی جس کی وجہ سے تین میں سے ایک خوارک و زراعت پر اعلیٰ تعلیمی مرکز (پاکستان یو ایس سینٹر فار ایڈوالنس اسٹڈیز ان ایگری کلپر ایڈ فاؤنڈیشن) کو بھی بجٹ میں کٹوتی کا سامنا ہے۔ یہ مرکز پاکستان میں پالیسی سازی پر کام کرنے والا اعلیٰ درجے کا واحد مرکز ہے جس کے تحت 250 تعلیمی و ظاہری دیے گئے ہیں۔ اسکے علاوہ یہ ادارہ ہر چھ ماہ بعد پالیسی کے تحت جاری تمام اقدامات کا جائزہ لینے اور اس میں مزید بہتری کے لیے بھی کام کرتا ہے۔ امداد میں کی سے اس مرکز کے بند ہونے سے خدشہ ہے کہ پنجاب اس سے زیادہ متاثر ہو گا کیونکہ زرعی پالیسی سازی میں صوبہ اسی مرکز پر انحصار کرتا ہے۔ (احمد فراز خان، ڈان، 21 اگست، صفحہ 4، بنس ایڈ فائل)

ایشیائی ترقیاتی بینک

ایک مضمون کے مطابق دریائے راوی پر لوڑ باری دوآب کے مقام پر پنجاب اریکیڈ ایگری کلپر انویسٹمنٹ پروگرام (PIAIP) کے پہلے مرحلہ کا کام 30 جون تک مکمل کر لیا جائیگا۔ لوڑ باری دوآب کی حدود میں شامل علاقے میں 275,000 دیہی گھرانوں کا ذریعہ معاش زراعت پر محصر ہے۔ لوڑ باری نہر اور اس سے نکلنے والی ذیلی نہروں کی مرمت و تعمیر نو اور پیرا جوں کی بحالی سے مقامی لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ منصوبے کے تحت بنیادی نہر کے 201 کلومیٹر جبکہ ذیلی نہروں کے 2264 کلومیٹر حصے کو چوڑا اور مزید فعال بنایا جائیگا جس سے پانی کی دستیابی میں 18 فیصد اضافہ ہو گا۔ نہری نظام کی صلاحیت میں اضافے اور مرمت و بحالی کے لیے حکومت نے پہلی قسط کے طور پر اے ڈی بی سے 233 ملین ڈالر سے زائد قرضہ لیا ہے۔ (اجم
 محمود، ڈان، 3 جولائی، صفحہ 4، بنس ایڈ فائل)

VIII۔ پالیسی

پنجاب حکومت نے صوبے میں جدید آپاٹی نظام متعارف کرنے کے لیے تین سالہ منصوبہ تشكیل دے دیا ہے جس پر دو بلین روپے سے زائد رقم خرچ کی جائے گی۔ منصوبے کے تحت 10,000 ایکڑ اراضی پر مشی تو انائی سے چلنے والے آبی نظام اور قطر قطرہ آپاٹی نظام نصب کیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ پانی کے مناسب و موثر استعمال کو یقینی بنانے کے لیے 1,500 ایکڑ پر ٹھنڈ فارمنگ کی جائیگی۔ منصوبے میں فی ایکڑ پیداوار کو بڑھانا اور اضافی منافع سے کسانوں کی معاشی حالت بہتر بناتا شامل ہے۔ منصوبہ جدید و منافع بخش زراعت کے تعارف، اضافی پیداوار، پیداواری لگت میں کی، کھاد و جراشیم کش ادویات کے معقول استعمال اور پانی کی بچت کے لیے راہ ہموار کریگا۔ (برنس ریکارڈر، 8 مئی، صفحہ 15)

ایک خبر کے مطابق ملکہ مال مولیشی پنجاب صوبے کے چھ اضلاع میں بیواؤں اور دیگر غریب عورتوں میں 11,520 چھوٹے بڑے مادہ جانور مفت تقسیم کرے گا۔ جبلم، اوکاڑہ، چکوال، خانیوال، ننکانہ صاحب اور بھاولنگر کی 8,220 عورتوں میں یہ جانور وزیر اعلیٰ کے دیہات میں غربت کے خاتمے کے منصوبے کے تحت دیے جائیں گے۔ اس منصوبے کا مقصد غریب عورتوں کو روزگار فراہم کرنا ہے۔ (برنس ریکارڈر، 19 جولائی، صفحہ 5)

آسٹریلوی حکومت اور فاؤ بلوچستان کے جنوب مغربی سرحدی اضلاع میں زراعت کے حوالے سے موجود مسائل پر قابو پانے کے منصوبے آسٹریلیا بلوچستان ایگری برنس پروگرام (AusABBA) کے درسرے مرحلے کا آغاز کر رہی ہے۔ آسٹریلیا اور فاؤ کے حکام نے منصوبے کی تیاری کے سلسلہ میں ملکہ زراعت اور ملکہ مال مولیشی بلوچستان سے ملاقات کی ہے۔ منصوبے کے درسرے مرحلے میں افغانستان اور ایران کی سرحد کے قریب چانگی، کچھ، خاران، نوشکی، ہنگور اور واشہک اضلاع میں کام کیا جائے گا۔ (ڈان، 13 اگست، صفحہ 7)

بین الاقوامی معابدہ

• سندھ طاس معابدہ پاک بھارت تازعہ

پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونیوالے آبی مذاکرات سے دونوں ممالک کے درمیان پائی جانیوالی تباہ کی کیفیت میں مزید اضافہ نہ ہونے کی امید روشن ہو گئی ہے۔ واشنگٹن میں عالمی بینک کے مرکزی دفتر میں ہونیوالی ملاقات کشن گنگا اور رتلے ڈیم کی تعمیر پر تنازعہ کے حل کے لیے بینک کی جانب سے کی جانے والی کوششوں کا حصہ ہے۔ پاکستان ان دونوں منصوبوں کو سندھ طاس معابدے کی خلاف ورزی قرار دیتا ہے۔ آخری دفعہ اس معاملے پر مذاکرات رواں سال مارچ میں پاکستان میں ہوئے تھے۔

(ڈا، 2 اگست، صفحہ 3)

وزیر خارجہ خواجہ محمد آصف نے سندھ طاس معابدے میں ترمیم یا تبدیلی کے منصوبے پر بھارت کو خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان معابدے پر ذمہ داری کے ساتھ کارہند ہے اور معابدے میں کسی بھی قسم کی تبدیلی پاکستان کے لیے ناقابل قبول ہو گی۔ خواجہ آصف نے عالمی بینک پر زور دیا کہ وہ اس مسئلے کے حل کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ (دی ایک پریس ٹریپیوں، 30 اگست، صفحہ 3)

پیداوار

زریعی شبیہ میں سالانہ چار فیصد بڑھوتری کا ہدف حاصل کرنے کے لیے قومی غذائی تحفظ پالیسی پر سفارشات کو وفاقی کامیون سے منظوری کے لیے حصی شکل دے دی گئی ہے۔ ماہرین نے نیشنل اگریکلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) میں ملاقات کے دوران ان سفارشات کو حصی شکل دی اور ان سفارشات پر عوامی سطح پر بات چیت کے لیے اسلام آباد میں قومی ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام شرکت داروں بشملوں نجی شعبہ، وفاقی اور صوبائی سطح پر زراعت سے وابستہ ادارے، سائنسدان، محققین اور امداد دینے والے غیر ملکی نمائندوں نے شرکت کی۔ ماہرین کے مطابق پاکستان میں غذائی عدم تحفظ کی وجہ غربت ہے۔ مجموعی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ کا صرف 19.5 فیصد ہے باوجود اس کے کہ ملک کی زیادہ تر

آبادی دیہات پر مشتمل ہے۔ نئی پالیسی 16 جزیات پر مشتمل ہے جن میں غربت اور بھوک کے خاتمے کے لیے خصوصی منصوبے، پیداوار میں کمی دور کرنا، زراعت میں منافع کو یقینی بنانا، موجودہ آبی وسائل میں اس کے موثر استعمال اور تبادل توہانی کے ذریعے اضافہ کرنا، ہائپر ٹیجوں کی تیاری، سرکاری اور خجی شراکت میں خوراک کی قدر میں اضافے (ولیو ایڈیشن اور فوڈ پروسینگ) کے لیے مراعات فراہم کرنا، پیداواری لگات کم کرنے کے لیے جدید زرعی مشینی اور پیداوار کی عمل کاری کی تکنیک (پروسینگ ٹیکنالوجی) کو ترقی دینا اور خوراک کے تحفظ کے حوالے سے قوانین کا نفاذ شامل ہے۔ اس پالیسی میں سی پیک کے تحت زراعت سے متعلق صنعتوں کے لیے نو زرعی راہداریوں (اگری چکرل کوریڈورز) کا قیام بھی شامل ہے جو چین کے اشتراک سے بنائی جائیں گی۔ زرعی راہداریوں کے قیام سے غذائی خود مختاری کے حصول، کسانوں اور دیہی آبادیوں کو فوائد پہنچانے، پیداوار میں اضافے، تنوع حیات کو تحفظ، منی کی زرخیزی، صاف پانی اور محفوظ غذائی نظام کے حصول میں مدد ملے گی۔ (ڈان، 16 جولائی، صفحہ 10)

ایک مضمون کے مطابق جلد ہی گندم کے کاشتکاروں کو ”درم“ نامی گندم کی نئی قسم فراہم کی جائے گی جو پاستہ، نوڑل، اپکیٹی، اور مکروہی بنانے کے لیے موزوں ہوگی۔ اس گندم کو متعارف کرانے کے لیے تحقیق جاری ہے اور اگلے ریچ کے موسم تک اسے متعارف کروالیا جائے گا۔ اس گندم کی 50 اقسام CIMMYT (سی آئی ایم ایم وائی ٹی) کے ذریعے میکسیکو سے لائی گئی ہیں۔ یہ ریچ اس وقت ایوب ایگری چکر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ویٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور سیریل کراپ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں جانچ اور تجربات کے مرحلے میں ہیں۔ ان 50 اقسام میں سے 10 پاکستانی آب و ہوا کے لیے موزوں ہیں۔ 1975 میں بھی درم کی دو اقسام جاری کی گئیں تھیں جنہیں ”رستم ایشل“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (امن احمد، ڈان، 31 جولائی، صفحہ 4، برس ایڈنڈ فائلز)

ایک مضمون کے مطابق خوراک کی خود مختاری کا حصول پائیدار بنيادوں پر فی بیکٹر پیداوار میں اضافے، کشاوری سے پہلے اور بعد میں ہونے والے نقصانات کو روکنے اور خوراک کو ذخیرہ کرنے کے نظام کو بہتر

بنائے بغیر ناممکن ہے۔ اس حوالے سے نئی پالیسی کے نفاذ سے یہ مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں جس میں وقت سے پہلے موسم کے حوالے سے پر اعتماد پیشگوئی، کپیوٹر اور ایٹریٹیک کی مختلف تکنیک کا استعمال اور وفاقد صوبائی اور نجی اداروں کے درمیان رابطہ کو مزید مضبوط بنانا شامل ہے۔ قومی غذائی تحفظ پالیسی کی کامیابی سے منظوری کے بعد صوبوں اور وفاقی حکومت کو خوارک کی خود اختاری کے حصول کے لیے اپنی پالیسیوں کو دوبارہ مرتب کرنا ہوگا۔ اس پالیسی میں صرف گندم، چاول، گنا اور کمنی کی فی ہیکٹر پیداوار ہی ترجیح نہیں بلکہ آلو، سوگن، جو اور دیگر فصلوں کی کاشت میں اضافے کی بھی سفارش کی گئی ہے۔ (میں الدین اعظمی، ڈان، جولائی، صفحہ 4، بنس ایڈنڈ فائل)

محکمہ زراعت پنجاب نے صوبے میں زرعی شعبہ کو زیادہ منافع بخش بنانے اور پیداوار میں اضافے کے لیے تین سالہ جامع منصوبہ ترتیب دے دیا ہے۔ حکومتی زراعت کے مطابق منصوبے کا مقصد جدید ٹکیناً لوچی کی مدد سے جدید طرز کاشت کو فروغ دینا ہے۔ منصوبہ کے تحت جدید ٹکیناً لوچی پر مبنی قطرہ قطرہ آپاشی اور اپرنکلر آپاشی نظام متعارف کروانے پر توجہ مرکوز کی جائیگی۔ 1.2 بلین روپے کی لاگت سے 36 اعلیٰ ٹکیناً لوچی (ہائی ٹیک) پر مبنی سہولیات فراہم کرنے والے مرکز (میکنا کریشن سروس سینٹر) قائم کیے جائیں گے۔ یہ مرکز صوبے میں مشینی زراعت کو فروغ دیں گے اور اس حوالے سے کسانوں کی مدد کریں گے۔ اس کے علاوہ 2.50 بلین روپے کی لاگت سے صوبے میں موجودہ زرعی گوداموں کے معیار کو بہتر بنانے اور نئے گوداموں کی تعمیر پر خرچ کیے جائیں گے۔ پانی کے مؤثر استعمال کے لیے 20,000 ایکٹر رقبے پر قطرہ قطرہ آپاشی نظام نصب کیا جائیگا اور صوبے میں سبزیوں کی کاشت کے لیے 3,000 ایکٹر رقبے پر ٹنل فارمنگ کا نظام نصب کیا جائیگا۔ منصوبے کے تحت حکومت پنجاب کسانوں کو کوششی تو ناتی کا نظام کا نصب کرنے کے لیے 80 فیصد اور ٹنل فارمنگ پر 50 فیصد زر تلافی فراہم کریں گے۔ (بنس ریکارڈ، 2 اگست، صفحہ 13)

عملی پاستان اور محکمہ زراعت پنجاب نے چارے کی اقسام تیار کرنے اور بہتر پیداواری طریقوں کے استعمال میں کسانوں کی رہنمائی کے لیے مشترکہ تعاون کی یادداشت پر دستخط کیے ہیں۔ محکمہ زراعت پنجاب

کے تحقیقی ادارے کسانوں کے لیے زیادہ پیداوار دینے والی چارے کی اقسام تیار کریں گے جبکہ مسئلے پاکستان اپنے دائرہ کار میں پنجاب بھر کے 100,000 کسانوں تک ان معلومات کی رسائی کو لیئے بنانے کے لیے مدد فراہم کرے گا جس کے نتیجہ میں چارے کی پیداوار میں اضافہ اور کسانوں کی خوشحالی ہوگا۔ (ڈان، 4 جون، صفحہ 11)

تحقیق و ٹیکنالوژی

کراچی یونیورسٹی کے ایک بین الاقوامی ادارے ICCBS (آئی سی سی بی الیس) میں ہابرڈ چاول پر تحقیق کے لیے SPHRRCC (الیس پی ایچ آر آر سی) کا افتتاح کر دیا گیا ہے۔ چاول پر تحقیق کا یہ مرکز جدید سہولیات سے لیس ہے۔ چینی ماہرین جدید ٹکنیک کے تبادلے اور تحقیقی صلاحیت میں اضافے کے لیے مدد فراہم کریں گے۔ اس موقع پر کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر محمد ابیل خان کا کہنا تھا کہ ہمیں چینی سے سیکھنا چاہیے جس نے مختصر عرصے میں سائنس اور ٹکنالوژی کے میدان میں اتنی ترقی کی ہے۔ آئی سی سی بی الیس کے سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر عطاء الرحمن کا کہنا تھا کہ پاکستان میں بڑی تعداد نوجوان قوت موجود ہے اور تقریباً 100 ملین سے زیادہ آبادی 20 سال سے کم عمر نوجوانوں پر مشتمل ہے جنہیں تعلیم و تربیت فراہم کرنی کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 27 جولائی، صفحہ 18)

XI۔ ماحول

محکمہ تحفظ ماحولیات سندھ (SEPA) نے صوبے میں 17 کارخانوں کو ماحولیاتی قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر سربراہ کر دیا ہے۔ ڈائریکٹر جزل SEPA (سیپا) کا کہنا ہے کہ ادارے نے مزید 27 نئے مقدمات سندھ انوائیمنٹل ٹریبیوٹیں میں بھیجے ہیں۔ ایک ماہ قبل سیپا نے گزشتہ سات سالوں سے غیرفعال لیبارٹری کو فعال کر دیا ہے جو پانی میں موجود آلو دگی کی جانچ کرتی ہے۔ ماحولیاتی ماہرین کا کہنا ہے کہ سیپا اس وقت فعال ہوتی ہے جب سپریم کورٹ ماحولیاتی مقدمات سنتی ہے ورنہ کوئی بھی سرکاری ادارہ طاقتور کارخانے داروں کے خلاف کارروائی نہیں کرتا جو بحیرہ عرب میں آلو دگی پھیلا کر انسانی اور سمندری حیات

سے کھیل رہے ہیں۔ (دی ایک پریس ریپورٹ، 16 جولائی، صفحہ 11)

زمین

• فضله

خیرپختونخوا حکومت نے تخلیل نہ ہونے والی (non-biodegradable) پلاسٹک مصنوعات تیار کرنے اور ان کے استعمال پر مکمل طور پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس سے پہلے وزیر اعلیٰ کے پی کے پروپرٹی ٹکن لے 2015 میں پلاسٹک کی تخلیلوں کی تیاری اور استعمال پر پابندی عائد کی تھی۔ مکمل تحفظ ماحولیات (EPA) خیرپختونخوا کے جاری کردی اعلان یہے کہ مطابق کوئی بھی فرد غیر تخلیل شدہ پلاسٹک کی تیاری، فروخت، اس کی تجارت اور ذخیرہ نہیں کر سکے گا سوائے اس ذخیرے کے جو تھوک اور خورده فروشوں کے پاس ہے جو اسے تین ماہ میں تلف کر دیں گے۔ (ذان، 22 جون، صفحہ 7)

سیپا نے کراچی کی تمام صنعتی انجمنوں کو خیردار کیا ہے کہ اگر انہوں نے مشترکہ طور پر فضله صاف کرنے والے کارخانے نصب نہ کیے تو ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ سیپا کے اعلیٰ حکام اور کراچی کی صنعتی انجمنوں کے نمائندوں کے درمیان ایک اجلاس کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں ڈائریکٹر جزل سیپا بقاء اللہ اخڑ نے صنعتیکاروں کو ایک ہفتے کا وقت دیا ہے کہ وہ آگاہ کریں کہ وہ سندھ انوائٹمنٹل ایکٹ 2014 کے مطابق فضله صاف کرنے والے کارخانے نصب کر رہے ہیں یا نہیں۔ صنعتی فضله کے خطروں کی اثرات کو واضح کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ ساحل کے ساتھ 20 بھری میل (ناؤکل میل) کے دائے میں سمندری حیات میں کمی تشویشناک ہے۔ سمندر میں گرنے والا صنعتی فضله سمندری خوراک کے کاروبار اور اس سے کہیں بڑھ کر ماحولیاتی نظام کو متاثر کر رہا ہے۔ صنعتی فضله چھیننے کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو یہ متاثرہ علاقہ 20 بھری میل سے بڑھ کر 50 بھری میل تک پھیل سکتا ہے۔ (دی ایک پریس ریپورٹ، 21 جولائی، صفحہ 14)

خیبر پختونخوا اسمبلی کے حکومتی اور حزب انتلاف کے ارکان نے صوبے میں ایک بلین درخت لگانے کے سرکاری منصوبے میں بدعویٰ اور بے ضابطگیوں کا الزام عائد کرتے ہوئے اپنکر سے مطالبہ کیا ہے کہ یا تو اس معاملے پر تفتیش کا حکم دیا جائے یا اسے اسمبلی کی متعلقة کمیٹی میں زیر بحث لایا جائے۔ ANP (اے این پی) کے سید جعفر شاہ کے سوال پر محکمہ جنگلات کے تحریری جواب میں کہا گیا ہے کہ صوبے بھر میں 853 ملین درخت 7.137 بلین روپے کی لاگت سے لگائے جا کرے ہیں جس پر سید جعفر شاہ نے منصوبے پر اربوں روپے کے اخراجات پر تحفظات کا اظہار کیا اور معاملے کو کمیٹی کے پرداز کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(ڈاں، 20 مئی، صفحہ 7)

جامع کراچی میں ہونیوالی ایک ورکشاپ میں ماہرین و مقررین نے متوازن ماحولیاتی نظام میں مینگروز کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے دریائے سندھ کے ڈیلتا میں مینگروز کے تحفظ کے لیے مشترکہ جدوجہد پر زور دیا ہے۔ ماہرین کے مطابق دنیا کے 90 ممالک میں مینگروز کے جنگلات 47.8 ملین ہیکٹر رقبے پر موجود ہیں۔ مینگروز کے جنگلات 2,000 سے زائد مچھلیوں کی اقسام اور دیگر آبی حیات و بناたں کی بقاء کے لیے انتہائی اہم ہیں۔ دنیا بھر میں مینگروز کی 67 اقسام پائی جاتی ہیں۔ پاکستان میں 1960 میں مینگروز کی آٹھ اقسام پائی جاتی تھیں، تاہم اب ان اقسام کی تعداد چارہ گنی ہے۔ پاکستان میں 97 فیصد مینگروز دریائے سندھ کے ڈیلتا پر پائے جاتے ہیں۔ (ڈاں، 26 مئی، صفحہ 18)

حکومت نے دعویٰ کیا ہے کہ رواں سال فروری میں شروع ہونیوالے شجر کاری منصوبے (پرامن مشرز گرین پاکستان پروگرام) کے تحت پورے ملک میں دو ملین مقامی اقسام کے درخت لگائے گئے گے ہیں۔ زیادہ تر درخت پنجاب میں کاشت کیے گئے ہیں جن کی تعداد 1.051 ملین ہے۔ اسی طرح سندھ میں 409,300، خیبر پختونخوا میں 202,000، بلوچستان میں 232,400، آزاد جموں و کشمیر میں 130,500، گلگت بلتستان میں 86,360 اور فنا میں 87,000 درخت کاشت کیے گئے ہیں۔ اس منصوبے کا مقصد

جنگلات میں اضافے کے ذریعے جنگلی حیات کے تحفظ اور تنوع حیات کی بحالی ہے۔ (دی ایک پریس ٹریپیون، 19 جون، صفحہ 4)

کراچی کے ضلع سطی میں بلدیاتی ادارے نے کراچی کے ماحول کے لیے نقصانہ تصور کیے جانے والے درخت کونوکارپس ارکٹس (Conocarpus Erectus) کو بتریج ماحول دوست درخت کی اقسام سے تبدیل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ منصوبے کے تحت دسمبر 2017 تک ضلع میں 100,000 درخت اور پودے لگائے جائیں گے جس میں سے 8,000 درخت پہلے ہی کاشت کیے جا چکے ہیں۔ (دی ایک پریس ٹریپیون، 1 اگست، صفحہ 15)

• جنگلی حیات

ضلع تھر پارکر کے مختلف علاقوں میں موروں کی اموات کا سلسلہ جاری ہے اور گزشتہ چار روز میں گنگر پار کر، ڈیپلو، کالاوی اور مٹھی تعلقہ میں 110 مزید موروں کی اموات ہوئی ہیں۔ مقامی لوگ موروں کی اموات کی وجہ رانی کھیت یا باری کو قرار دیتے ہیں جبکہ متعلقہ حکام ان تعلقوں میں خشک سالی کو موروں کی اموات کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ آزاد ڈرائیور نے دعویٰ کیا ہے کہ ایک ماہ کے دوران کم از کم 460 مور ہلاک ہو چکے ہیں۔ (ڈان، 12 مئی، صفحہ 19)

وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ نے تھر پارکر میں موروں میں بیماری کا سخت نوٹس لیتے ہوئے وزارت جنگلی حیات کو موروں کے تحفظ اور ان کی دیکھ بھال یقینی بنانے کے لیے ہنگامی اقدامات کرنے کا حکم دیا ہے۔ محکمہ جنگلی حیات سندھ کے اعلیٰ افسر کے مطابق وزیر اعلیٰ کی جانب سے تھر میں موروں کے تحفظ کے لیے ضروری ادویات و حفاظتی ٹینکہ جات کی دستیابی یقینی بنانے کی ہدایات موصول ہوئی ہیں۔ حکام کا کہنا تھا کہ گرمیوں کی آمد سے درجہ حرارت میں اضافہ اور کمزور قوت مدافعت کی وجہ سے موروں کی شرح اموات بڑھ گئی ہے۔ محکمے نے مقامی آبادی سے اجیل کی ہے کہ بیمار موروں کی اطلاع محکمہ جنگلی حیات کے قریبی

پانی

• آلو دگی

تھر پار کر میں زیر زمین پانی کو ذخیرہ کرنے کے لیے بنائے جانے والے ڈیم سے ماحول پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے سندھ ہائی کورٹ، حیدر آباد نئی کی تشکیل کردہ کمیشن نے منصوبہ کو تحلیل کی، ماحولیاتی اور انتظامی حوالے سے مناسب قرار دیا ہے۔ رپورٹ میں درخواست گزار کی طرف سے ڈیم کی تعمیر کیخلاف پیش کئے گئے حقائق کو مبالغہ آرائی پر بھی قرار دیا گیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ بھاری رقم اور تاخیر کے بغیر منصوبہ میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔ ماحول کو محفوظ اور کمپنی کی جانب سے شرائط پر عملدرآمد تینی بنانے کے لیے موثر گرانی کا طریقہ کا وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ رپورٹ میں ایک سے ذیرہ کلومیٹر کے دائرے میں موجود تمام کنوں کے پانی کی ماہانہ بنیادوں پر جائج کو تینی بنانے کی تجویز دی گئی ہے۔ (ڈان، 18 مئی، صفحہ 19)

گوراؤ اور اس سے ملحقہ آبادی نے سندھ اینگریزوں کوں مانگنگ کمپنی (SECMC) کی جانب سے ممتاز ڈیم کی تعمیر پر سندھ ہائی کورٹ کے عدالتی کمیشن کی پیش کردہ رپورٹ کو چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ متاثرین نے ازان عائد کیا ہے کہ کمیشن ارکان نے خود علاقے کا دورہ نہیں کیا ہے بلکہ فضائی معائنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ چار رکنی عدالتی کمیشن کی جانب سے جمع کروائی گئی رپورٹ میں گوراؤ اور ڈکراچو گاؤں میں ڈیم کی تعمیر کو ماحولیاتی اور انتظامی طور پر درست قرار دیا گیا اور اس کے خلاف درخواست گزار کے جمع کروائے گئے اعداد و شمار کو مبالغہ آمیز قرار دیا گیا ہے۔ درخواست گزاروں کے مطابق رپورٹ ان کے حقیقی خدمات دور کرنے میں ناکام رہی ہے۔ کمیشن نے کئی جعلی تحقیقات پر انحصار کیا جس میں سے ایک ڈپنی کمشٹ تھر پار کر کی جانب سے کی گئی ہے۔ (ڈان، 19 مئی، صفحہ 19)

مچھر جھیل میں آلوگی کی وجہ سے بے شمار مردہ مجھلیاں پائے جانے سے جھیل کے ارد گرد آبادی کے روزگار، صحت اور زندگیوں کو عکین خطرات لاحق ہیں۔ شکار کی جانبی مجھلیوں کی تعداد میں حیرت انگیز کم آئی ہے۔ ماہی گیروں کے لیے کام کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم کے مطابق سالانہ شکار کی جانے والی مجھلیوں کا جم 1944 میں 23,000 ٹن تھا جو ڈرامی طور پر کم ہو کر 1980 میں 700 ٹن ہو گیا تھا جو مزید کم ہو کر 2015 میں صرف 75 ٹن تک محدود ہو گیا ہے۔ ان مردار مجھلیوں کو دیگر اجتناس کے ساتھ ملا کر مرغیوں کی خواراک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مچھر جھیل میں پودوں، جانوروں اور مجھلیوں کی 2,600 اقسام پائی جاتی تھیں جن میں سے تجارتی طور پر اہمیت کی حامل اقسام معدوم ہو چکی ہیں۔ (طاہر صدیقی، ڈان، 4 جولائی، صفحہ 18)

ایک خبر کے مطابق حیرت انگیز طور پر راول ڈیم میں سینکڑوں مردار مجھلیاں پائی گئی ہیں۔ مقامی پولیس اشیش کی جانب سے درج کی گئی ابتدائی رپورٹ کے مطابق مجھلیوں کی اموات پانی میں زہریلہ مادہ شامل کرنے سے ہوئی ہیں جبکہ ادارہ فراہمی و نکاسی آب کا کہنا ہے کہ راول ڈیم کے پانی میں زہریلہ مواد نہیں پایا گیا ہے۔ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ ماہی گیری، اسلام آباد محمد صادق بوذر کے مطابق مقامی گروہ کے خلاف ڈیم میں مجھی پکڑنے اور کشتی چلانے پر مقدمہ درج کروایا گیا ہے۔ اس گروہ کے خلاف اسلام آباد کی انتظامیہ نے بڑی کارروائی کر کے 20 کشتیوں کو تحولی میں لے کر پانچ افراد کو حرast میں لیا تھا جس کے عمل میں گروہ نے پانی میں زہر شامل کیا جس کے نتیجے میں پچھلے کچھ دنوں میں بڑی تعداد میں مجھلیاں مر گئیں۔ (دی نیوز، 16 جولائی، صفحہ 3)

ایک مضمون کے مطابق دو ہفتے قبل راول جھیل میں ہزاروں مجھلیاں مرنے سے جھیل کی قرب و جوار کی فضا میں ناخوشنگوار بو پھیل گئی تھی۔ شہری انتظامیہ کے مطابق ماحقہ آبادیوں سے بارش کے پانی کے ساتھ بہہ کر آئیوں لے فضلہ کی وجہ سے جھیل کا پانی انتہائی حد تک آلوہہ ہو گیا۔ جھیل اور اس سے ماحقہ علاقوں میں گریشہ دو دہائیوں میں مناسب منصوبہ بندی کے بغیر بڑے پیمانے پر آبادی قیام عمل میں آئی ہے۔ علاقہ میں

نکاسی کا کسی بھی قسم کا باقاعدہ نظام موجود نہیں ہے۔ لہذا مکین زیر زمین نکاسی آب کے مینک (septic tank) بنانے پر مجبور ہیں۔ (ڈان، 31 جولائی، صفحہ 9)

PCRWR (پی سی آر ڈبلیو آر) کے تحت سندھ کے 14 اضلاع سے سطح پر اور زیر زمین آبی وسائل سے تجزیے کے لیے جمع کیے گئے 80 فیصد پانی کے نمونے ظاہر کرتے ہیں کہ گزشتہ کچھ ماہ سے ان علاقوں میں پانی کا معیار بدترین ہے۔ 13 اضلاع کے 75 فیصد پینے کے پانی کے نمونے انسانی استعمال کے لیے غیر موزوں پائے گئے ہیں۔ (ڈان، 16 جولائی، صفحہ 17)

بلدیہ عظیٰ کراچی (KMC) کی لیبارٹری نے میر کراچی وسم اختر کو آگاہ کیا ہے کہ شہر بھر سے جمع کیے گئے 204 پانی کے نمونوں میں سے 202 نمونے انسانی استعمال کے لیے غیر موزوں پائے گئے ہیں۔ پانی کے نمونے 24 یونین کمیٹیوں سے اکٹھے گئے تھے جنہیں ادارے کی غذائی لیبارٹری میں جانچا گیا تھا۔ رپورٹ کے مطابق کلورین کی مقدار جانچنے کے لیے اکٹھے کیے گئے 85 نمونوں میں صرف دو نمونوں میں کلورین کی مناسب مقدار پائی گئی جبکہ بقیہ نمونوں میں کلورین کی موجودگی کے شواہد نہیں پائے گئے جو جان لیوانیگلر یا کے خاتمه کے لیے انہائی ضروری ہیں۔ اس کے علاوہ 119 نمونوں میں جراثیم کی موجودگی کی جانچ کی گئی اور تمام نمونوں میں ای کولی (E.coli) جراثیم پایا گیا۔ (ڈان، 8 اگست، صفحہ 18)

سندھ ہائی کورٹ نے صنعتی و گھریلو فضلہ بحیرہ عرب میں چھینکے جانے کیخلاف دائر درخواست کی ساعت کے دوران کنٹرولمنٹ بورو کلفشن (CBC)، ڈینفس ہاؤسنگ اتحاری، KMC (کے ایم سی)، محکمہ فراہمی و نکاسی آب کراچی (KWSB) کو جواب داخل کرنے کا حکم دیا ہے۔ دورنگی نے درخواست گزار سے محکمہ تحفظ ماحولیات سیپا کو بھی نامزد کرنے کا کہا ہے جو ماحول کے تحفظ کے لیے اقدامات کرنے کا ذمہ دار ہے۔ درخواست گزاروں میں ورلڈ وائٹ فنڈ فار نچر پاکستان (WWF-P)، ماحولیات کے شعبے میں کام کرنے والی تنظیم ”شہری“ اور جانور کے حقوق کی تنظیم پاکستان انیمبل ویفیر سوسائٹی اور دیگر شامل ہیں۔ عدالت

کو بتایا گیا کہ آلوگی میں اضافے کی وجہ سے جانوروں کی اموات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ (دی اکچپریں
ٹریبیون، 10 اگست، صفحہ 14)

تحقیقی ماہرین کے مطابق پاکستان کے مشرقی علاقوں میں زیر زمین پانی میں سکھیا کی سطح تشویشاً ک حد تک بڑھی ہوتی ہے جو پانی پینے والے لاکھوں افراد کی صحت کے لیے خطرہ ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ سائنسی جریدے سائنس ایڈوانسز (Journals Science Advances) کی جانب سے پاکستان بھر میں زیر زمین پانی میں پائی جانے والی سکھیا کا جامع نقشہ تیار کیا گیا ہے۔ تحقیق کے لیے ملک بھر میں 1,200 مقامات سے پانی کے نمونے حاصل کیے گئے۔ مشرقی پنجاب بشمول لاہور، دریائے سندھ اور اس سے نکلنے والی شاخوں سے ملتوں متعدد گنجان آباد علاقوں میں زیر زمین پانی میں پائی جانے والی سکھیا کی مقدار عالمی ادارہ برائے صحت (WHO) کی مقرر کردہ حد 10 مائیکرو گرام فی لیٹر سے کہیں زیادہ ہے۔ تحقیق میں خبردار کیا گیا ہے کہ جنوب کے علاقوں میں پانی میں سکھیا کی مقدار 200 مائیکرو گرام فی لیٹر سے زیادہ پائی گئی ہے۔ مجموعی طور پر 50 سے 60 ملین افراد زیر زمین پانی استعمال کرتے ہیں جس میں ممکنہ طور پر 50 مائیکرو گرام فی لیٹر سے زیادہ سکھیا پائی جاتی ہے۔ تحقیقی ماہر جوکل پوڈوگورسکی (Joel Podgorski) کے مطابق زیادہ مقدار میں مستقل طور پر سکھیا ملے پانی کے استعمال سے پھیپڑوں کا سرطان، دل کے امراض اور جلدی امراض جیسے خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ (ڈان، 24 اگست، صفحہ 16)

سمندری ماحولیاتی نظام کے نقشہ Ocean Atlas 2017 (اویشن اٹلس 2017) کی تقریب رونمائی میں سول سو سائٹی، ماہی گیر اور ماحولیاتی ماہرین نے سمندر کو غلاظت کا ڈھیر بنانے پر غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس موقع پر مقررین کا کہنا تھا کہ سمندر کے پاسیدار تحفظ کے لیے مربوط و جامع نقطہ نظر اپنایا جائے۔ سمندر دنیا کے دو تھائی حصہ پر مشتمل ہے جو انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے آلوہہ ہو رہے ہیں۔ صنعتی طریقہ زراعت میں مصنوعی کھاد اور گور کے حد سے زیادہ استعمال سے کالی (algae) کی نشونما میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ تقریباً 50 فیصد آسٹریجن سمندر سے حاصل ہوتی ہے جبکہ یہی سمندر انسانوں کی پیدا کردہ

30 فیصد کاربن ڈائی آکسائید جذب بھی کرتے ہیں۔ اوشین ایلس 2017 میں 12 مختصر اساق پر مشتمل ہے جسے جرم تنظیم ہنری بول فاؤنڈیشن نے شائع کیا ہے۔ (دی ایک پریس ٹریڈیون، 26 اگست، صفحہ 15)

نگیر یا:

کراچی میں پانی میں کلورین شامل نہ ہونے یا مقررہ مقدار سے کم شامل ہونے کے باعث وزارت صحت سندھ نے مقامی حکام کو نگیر یا کے مکانہ خطرے سے خبر دار کرتے ہوئے اس کے خاتمه کے لیے کوششیں تیز کرنے کی ہدایت کی ہے۔ وزارت کا کہنا ہے کہ حالیہ مون سون کا سلسلہ نگیر یا کی افزائش کے لیے موافق ماحول فراہم کر سکتا ہے۔ نگیر یا کے انسداد کے لیے گزشتہ سال قائم کی گئی کمیٹی کو موثر کارکردگی کے لیے صوبائی حکومت نے ضروری رقم اور وسائل تاحال فراہم نہیں کیے ہیں۔ کمیٹی کی اپنے طور پر کی گئی ابتدائی تحقیق میں اکٹھاف کیا گیا تھا کہ شہر کے مختلف علاقوں میں کلورین ملا پانی فراہم نہیں کیا جا رہا ہے جو اس جان لیوا جراشیم کے خاتمه کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ (ڈان، 30 جون، صفحہ 18)

وزارت صحت سندھ کے مطابق گزشتہ ایک ہفتہ سے شدید بخار میں بتلا 20 سالہ طالب علم نگیر یا کی وجہ سے چل بسا۔ متوفی عبداللہ احمد روان سال جان لیوا بیماری سے مرنے والا پانچ ماں شخص ہے جو مجاہد کا لوئی، کراچی کا رہائشی تھا۔ نیگیر یا پر کام کرنے والی خصوصی ٹیم کے سربراہ ڈاکٹر سید ظفر مہدی کا کہنا ہے کہ مذکورہ شخص وضو کے دوران ناک میں پانی ڈالنے سے نگیر یا کا شکار ہوا۔ مرنے والے شخص کے رہائشی علاقے سے جمع کیے گئے نمونوں میں کلورین کے کوئی شواہد نہیں ملے ہیں۔ (ڈان، 18 اگست، صفحہ 17)

• آبی حیات

WWF-P (ڈبلیو ڈبلیو ایف پی) کے مطابق ساحلی علاقوں اور سمندر میں بلا روک ٹوک کچرا چینکنے کی وجہ سے سمندر اور ساحلی ماحول پودوں اور جانوروں کے لیے سخت خطرہ بن گیا ہے۔ اس آسودگی پر فوری طور پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ سمندر میں چینکی جانبوالی پلاسٹک کی اشیاء کو سمندری حیات خوار اک سمجھ کر ان

اشیاء میں بری طرح پھنس جاتی ہیں اور اکثر ان کی موت ہو جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق عالمی سطح پر سالانہ تقریباً 6.4 ملین ٹن کچرا جس میں زیادہ تر پلاسٹک ہوتا ہے سمندر میں پھیکا جاتا ہے۔ (ڈان، 24 جون، صفحہ 18)

فضاء

• آلوڈگی

ایک مضمون کے مطابق فاؤ نے ملکہ زراعت پنجاب کی درخواست پر گزشتہ سال پنجاب خصوصاً لاہور میں ہونے والی گہری آلوڈ دھنڈ کی وجوہات معلوم کرنے کے لیے تکنیکی معافون فراہم کرنے کے منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ منصوبے کے تحت آلوڈ دھنڈ اور غیر محفوظ طریقہ زراعت جس میں گندم اور چاول کی نصل کی باقیات جلانی جاتی ہیں، کے درمیان تعلق تلاش کیا جائے گا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کھیتوں میں گندم اور چاول کی باقیات جلانے سے آلوڈ دھنڈ میں اضافہ ہوتا ہے۔ پاکستان میں فاؤ کی نمائندہ مینا ڈاؤ لالچی (Mina Dowlatchahi) کے مطابق غیر محفوظ زرعی طریقوں کو روکنے کے لیے کارآمد طریقہ کار وضع کیے جائیں گے۔ کیلی فورنیا یونیورسٹی کے مطابق آلوڈ دھنڈ سے پودوں کی بڑھوتری میں 10 سے 40 فیصد کی ہو سکتی ہے۔ عالمی سطح پر زراعت میں آلوڈ دھنڈ کی وجہ سے ہونے والی پیداوار میں کمی کی وجہ سے ہونے والا نقصان دو سے چھ بلین ڈالر سالانہ ہے۔ (امن احمد، ڈان، 22 مئی، صفحہ 4، بنی ایڈ قائنٹس)

ماہی گیروں کے حقوق کے لیے سرگرم ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے منعقد کیے گئے سیمینار میں مقررین نے دریائے سندھ کے ڈیلتا کے ماحولیاتی نظام اور اس سے جڑے روزگار کے تحفظ اور تازہ پانی کی جھیلوں کو قائم رکھنے کے لیے کوئی بیران سے سالانہ 35 ملین ایکٹر فٹ پانی خارج کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس موقع پر ماحولیاتی ماہر ذوقفار ہالپولو کا کہنا تھا کہ دنیا اپنے دریاؤں کے حوالے سے سمجھیدہ اقدامات کرتے ہوئے انہیں انسانوں جیسے حقوق دے رہی ہے۔ نیوزی لینڈ نے اپنے دریا واٹکا نوئی (Wanganui) اور بھارتی ریاست اتر آکھنڈ نے دریائے گنگا اور اس کے زیلی دریا یمنا کو بھی انسانوں

جیسے قانونی حقوق دے رکھے ہیں۔ دریائے سندھ کو بھی ایسے ہی حقوق دینے کے لیے سماجی مہم چلا کر حکومت پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ (ڈان، 3 اگست، صفحہ 19)

• آلوڈگی

ایک مضمون کے مطابق دریائے لیاری کے دھاتی اور کیمیائی فضلے سے آلودہ ہونے کی وجہ سے سمندری حیات متاثر ہو رہی ہے، غذائی پیداوار زہر لیلی ہو رہی ہے اور اس ندی کے کنارے آباد لاکھوں افراد پر بھی منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس حوالے سے ایک عالمی جریدے میں شائع ہونے والی تحقیق کے مطابق دریا، جس کا پانی 1950 کی دہائی تک صاف تھا، کی مقامی تنوع حیات زہر لیلی فضلے کی وجہ سے مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے اور اب اس دریا میں صرف آلوڈگی ہی نظر آتی ہے جو شہر کا فضلہ ٹھکانے لگانے کے کام آتا ہے۔ 50 کلومیٹر طویل دریائے لیاری میں کئی نالے جیسے کہ اورنگی نالہ اور گجر نالہ بھی ضم ہوتے ہیں۔ اس وقت یومیہ 200 ملین گیلن سے زیادہ گھر بیو اور صنعتی فضلے دریائے لیاری کے ذریعے سمندر میں جاگرتا ہے جو سمندری ماحول کو بھی خراب کرتا ہے۔ (فائزہ الیاس، ڈان، 21 مئی، صفحہ 17)

جامعہ کراچی کے شعبہ ماحولیات کی جانب سے حال ہی میں کی گئی ایک تحقیق کے مطابق دریائے سندھ کے ڈیلتا کی تمام 18 کھاڑیاں (creeks) آلودہ ہو چکی ہیں جس سے ماحولیاتی تباہی اور صحت کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 18 میں سے 11 کھاڑیاں شاہ بندر جبلہ سات کھاڑیاں کیٹی بندر میں واقع ہیں۔ تحقیق کے دوران 36 مقامات سے جمع کیے گئے نمونوں میں بڑی تعداد میں سیسہ، زنک، سکھیا اور دیگر کیمیائی مواد پایا گیا ہے۔ تمام نمونوں میں جراثیم کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ دیکھا گیا ہے۔ غیر معیاری و ناقص کشتوں کی وجہ سے گریس اور تیل بھاری مقدار میں پایا گیا ہے۔ تحقیق میں اکٹھاف کیا گیا ہے کہ انسانی سرگرمیاں ڈیلتا میں آلوڈگی کی سب سے بڑی وجہ ہیں۔ اس سے قبل 2015 میں کمی بندر اور شاہ بندر میں پانی کے جائزہ لینے کے لیے کی جانیوالی تحقیق میں پانی کو انسانی استعمال کے لیے غیر موزوں قرار دیا تھا۔ (فائزہ الیاس، ڈان، 29 جون، صفحہ 14)

بلوچستان ہائی کورٹ کے ماحولیاتی ٹریبیونل نے ضلع جب میں کوئلے سے چلنے والے مجوزہ بھلی گھر کی تعمیر کے خلاف سابق ایسیکر بلوچستان اسپلی اسلام بھوتانی کی درخواست سماعت کے لیے منظور کری ہے۔ بھلی گھر کی تعمیر جب پاور کمپنی لمینڈ اور چینی کمپنی کا مشترکہ منصوبہ ہے۔ درخواست میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ اس بھلی گھر کی تعمیض سے ماحول اور انسانی آبادی پر انہماً متفقی اثرات مرتب ہونگے۔ اس کے علاوہ گذانی کے ساحلی علاقے میں سمندری حیات بھی متاثر ہوگی۔ (ڈاں، 25 جولائی، صفحہ 5)

آلودگی، صحت و تحفظ

PFA (پی ایف اے) نے صوبے کے مختلف شہروں میں کارروائی کے بعد تقریباً 25,000 لیٹر غیر معیاری دودھ ضائع کر دیا۔ اتحارٹی کے ڈریکیٹر جزل نورالامین میں گل کا کہنا تھا کہ دودھ لانے والی گاڑیوں کو مختلف شہروں میں داخل ہوتے وقت ان کی جائیج کی گئی۔ فیصل آباد میں 72 گاڑیوں کی جائیج کی گئی اور 4,772 لیٹر دودھ ضائع کیا گیا۔ اسی طرح گجرانوالہ میں 5,870 لیٹر، لاہور میں 8,190 لیٹر، ملتان میں 2,870 لیٹر، راولپنڈی میں 3,120 لیٹر غیر معیاری دودھ ضائع کیا گیا۔ مجموعی طور پر اس کارروائی کے دوران 386 گاڑیوں پر لدے 0.3 ملین لیٹر دودھ میں سے 24,842 لیٹر غیر صحت بخش دودھ ضائع کر دیا گیا۔ (بڑس ریکارڈر، 21 جون، صفحہ 5)

سیکریٹری برائے ماحول موسیٰ تہذیلی سندھ بقاء اللہ اخونے ماحولیات کے عالمی دن کے حوالے سے تقریب میں اعتراف کیا ہے کہ حکومت کو تحفظ ماحولیات کے قوانین پر عملدرآمد میں ناکامی کا سامنا ہے۔ سندھ میں غذائی و ماحولیاتی آلودگی تشویش ناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ سندھ میں تحفظ ماحولیات کے قوانین 2014 میں منظور کیے گئے تھے جواب تک سیاسی مصلحت اور افسرشاہی کی رکاوٹوں کی وجہ سے نافذ نہیں کیے جاسکے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ زراعت میں جراشیم کش کیمیائی مواد کا حد سے زیادہ استعمال عام ہے اور کسان نکاسی آب سے بزیاں کاشت کرتے ہیں۔ شہری علاقوں میں بھی آلودگی ڈرامائی انداز میں بڑھ گئی ہے جو عام شہریوں کی زندگی کو متاثر کر رہی ہے۔ (ڈاں 6 جون، صفحہ 18)

راولپنڈی کی دولین سے زیادہ آبادی کی محنت کو اسلام آباد انتظامیہ کی عدم توجیہ کی وجہ سے خطرات لاحق ہیں جس نے راولچیل پر اب تک نکاسی آب کو صاف کرنے والا کارخانہ (سیدرنیج ٹریننگ پلانٹ) تعمیر نہیں کیا۔ شہریوں کے مطابق چیل میں فضلہ اور نکاسی آپ کا اخراج جاری ہے جس سے نہ صرف پانی کا رنگ تبدیل ہو رہا ہے بلکہ یہ پانی پینے کے لیے بھی غیر موزوں معلوم ہوتا ہے۔ سپریم کورٹ کے حکم پر راولچیل نگران کمیٹی نے بھی کمپنی کو آلووگی کے اسباب جانے اور اس کا سدباب کرنے کے لیے کہا تھا۔ راولچیل نگران کمیٹی نے پانچ مقامات پر فضلہ صاف کرنے کے پلانٹ نصب کرنیکی تجویز دی تھی جس پر لگت کا تخمینہ 2.4 بلین روپے تھا۔ تاہم اسلام آباد کی انتظامیہ کی جانب سے ابتدائی تخمینی رپورٹ (پی سی ون) اب تک وزارت خزانہ اور دیگر اداروں کی منظوری کی نظر ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریپیون، 26 جون، صفحہ 4)

X۔ موئی تبدیلی

محکمہ موسمیات کی ایک ٹیم گلگت بلتستان میں وادی شمشال کے مقام پر خردوپین گلیشیر کے آگے بڑھنے کی جانچ کرے گی جس سے دریائے شمشال بند ہو گیا ہے جس سے ایک چیل بن گئی ہے۔ یہ چیل زیریں علاقوں میں رہنے والوں کے لیے خطرہ ہو سکتی ہے جیسے کہ وادی پاؤ جو اس خطے میں ایک بڑا گاؤں ہے۔ 2010 میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا جب بڑے پیمانے پر پہاڑی تودے گرنے سے دریائے ہنزہ بند ہو گیا تھا اور قدرتی طور پر 28 کلومیٹر طویل عطا آباد چیل وجود میں آئی تھی۔ محکمہ موسمیات کے سربراہ ڈاکٹر غلام رسول کا کہنا ہے کہ موئی تبدیلی، درجہ حرارت میں اضافہ کا ممکنہ طور پر گلیشیر کے بڑھنے میں اہم کردار ہے۔ (ڈان، 1 جون، صفحہ 4)

ایک خبر کے مطابق حالانکہ صوبہ سندھ موئی تبدیلی کے سخت اثرات کا سامنا کر رہا ہے لیکن سندھ حکومت ماحول کے حوالے سے بے فکر نظر آتی ہے۔ اس سال صوبائی بجٹ میں موئی تبدیلی، ماحولیات اور ساحلی علاقوں کی ترقی کے لیے بجٹ میں صرف 400 بلین روپے مختص کیے گئے ہیں جو سالانہ ترقیاتی پروگرام کے 344 بلین روپے کا 0.11 فیصد ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سال 2017-18 کا بجٹ وزیر اعلیٰ کی

جانب سے ماحولیات کے عالمی دن پر پیش کیا گیا۔ ماحولیات کے حوالے سے بجٹ میں کوئی نیا منصوبہ پیش نہیں کیا گیا۔ 16-2012 میں منظور کیے گئے منصوبے ہی اس سال مکمل کیے جائیں گے۔ ماحولیاتی ماہر رفیق الحق نے اخبار سے بات کرتے ہوئے کہ حکومت سنہ موئی تبدیلی کے حوالے سے اپنی پالیسیوں پر غیر یقینی کا شکار نظر آتی ہے۔ (دی ایکپریس ٹریبون، 6 جون، صفحہ 14)

ایک مضمون کے مطابق امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کا پیرس معابدہ سے دست برداری کا حالیہ اعلان موئی تبدیلی اور عالمی حدت کو روکنے کی اجتماعی کوششوں کے لیے سخت ڈچکہ ہے۔ دیگر ممالک کی طرح پاکستان بھی پیرس معابدے کے مستقبل پر فکرمند ہے حالانکہ پاکستان کا کاربن کے اخراج میں کردار معمولی ہے لیکن موئی تبدیلی سے سخت متاثر ہونے والے 10 ممالک میں شامل ہے۔ موئی تبدیلی نے دریائے سنہ کے ڈیلٹا کے ساتھ رہنے والے مقامی افراد کو بڑے پیمانے پر موئی بحران کے نتیجے میں نگل مکانی پر مجبور کر دیا ہے۔ زمینی کٹا، غیر متوقع بارشوں، پینے کے پانی کی قلت اور زمین کی زرخیزی میں کمی جیسے مسائل ساحلی علاقوں کے رہائشوں کے روزگار کو کم کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سمندر کی بڑھتی سطح بھی آبادی کے لیے انتہائی خطرہ بن گئی ہے۔ ایم صنعتی ممالک بھی امریکہ اور چین بڑی مقدار میں کاربن کے اخراج کے ذمہ دار ہیں اور غریب تیری دنیا ممالک جیسے کہ پاکستان اور بُنگلہ دیش غیر معمولی موئی آفات اور شدت کی صورت میں اس کا خمیازہ بھگتے کے لیے مجبور ہیں۔ (اصف علی سندیل، دی ایکپریس ٹریبون، 7 جون، صفحہ 6)

پاکستان خطرناک حد تک موئی تبدیلی کی لپیٹ میں ہے۔ آلووگی، ماحول و شکن گیسوں کا اخراج، جنگلات کی کثائی، بڑے پیمانے پر شہروں کی جانب نقل مکانی، مالی و تکنیکی صلاحیت کا فقدان اور نقصانہ اثرات سے بچاؤ کے لیے سیاسی بصیرت کا نہ ہونا اس بحران کی انتہائی اہم وجہات ہیں۔ مگر موسیمات پاکستان کا کہنا ہے کہ 200 ملین آبادی کے لیے درکار انتہائی کم تدریتی وسائل جیسے زرعی زمین، پانی اور ہوا کے ساتھ ساتھ ماحولیات و شہری سہولیات کو بھی شدید خطرہ ہے۔ ملکی قدرتی وسائل لا محدود آبادی کا بنا برداشت نہیں کر سکتے۔ ملک بھر میں سردی اور گرمی دونوں موسم میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت میں

اضافہ ہو رہا ہے۔ رواں سال جون میں سب سے زیادہ درجہ حرارت 54 ڈگری سیلیس تربت کے مقام پر درج کیا گیا۔ اسکے علاوہ گرمیوں کے دورانیے میں اضافہ اور موسم سرما کے دورانیے میں کمی ہو گئی ہے۔ پنجاب میں شدید آلوہ دھنڈ اور سندھ میں اوس پڑنے کی وجہ سے گزشتہ کچھ سالوں سے سردی کے موسم کی آمد میں ایک ماہ کی تاخیر ہو رہی ہے۔ (برنس ریکارڈ، 1 جولائی، صفحہ 5)

(اے ڈی بی) کی ایک رپورٹ ADB (A Region at Risk: the human dimensions of climate change in Asia and Pacific) کے مطابق اگر موکی تبدیلی پر قابو نہیں پایا گیا تو ایشیاء اور پینگک کے علاقے میں صورتحال انتہائی نازک ہو سکتی ہے۔ رپورٹ میں اس خطے میں موجود ممالک کو موکی تبدیلی سے لاحق خطرات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس خطے کی ایک اہم خصوصیت سلسلہ ہمایہ ہے جہاں دنیا کی دس بلند ترین چوٹیوں میں سے نو پائی جاتی ہیں جن سے نکلنے والے دریا سندھ، گنگا، برہم پترا اور یانگزے (Yangtze) دریا خلے کی 1.3 بیلین آبادی کے روزگار کا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح دریائے سندھ پاکستان کی شہہ رگ ہے۔ حقائق کی روشنی میں خطے میں موکی تبدیلی سے پڑنے والے نکنہ اثرات کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ غیر منظم و تیزی سے پھیلتی ہوئی شہری آبادی کی وجہ سے انسانی زندگی کو غیر متوقع موسم سے خطرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ موکی تبدیلی سے لاحق دوسرا بڑا خطرہ سطح سمندر میں اضافہ ہے جس سے آبادیوں کو انتہائی خطرات لاحق ہیں۔ گوکر پاکستان کی ساحلی آبادی 3.2 فیصد حصہ پر مشتمل ہے تاہم پاکستان کی ساحلی پٹی کی معاشی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ 2010 میں پاکستان میں مون سون کے دوران آنے والے سیالاب سے تقریباً 2,000 افراد ہلاک ہو گئے تھے اور تقریباً 10 بیلین ڈالر کے معاشی نقصان کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ 1996 سے 2015 کے دوران دنیا میں 10 سب سے زیادہ متاثرہ ممالک میں سے چھ سب سے زیادہ متاثرہ ممالک ایشیا میں ہیں جن میں پاکستان کے علاوہ میانمار، فلپائن، بھگم دیش، تھائی لینڈ اور ویتنام شامل ہیں۔ (نصریمین، دی نیوز، 6 اگست، صفحہ 11، پالیسی)

اے ڈی بی کی پاکستان میں موکی تبدیلی کی صورتحال پر مبنی رپورٹ (Climate Change Profile of

Pakistan) میں کہا گیا ہے کہ موکی تبدیلی سے پاکستان پر بڑے پیانے پر اثرات مرتب ہونے کی توقع ہے جو زرعی پیداوار اور پانی کی دستیابی متاثر کرتی ہے اور شدید موکی آفات میں اضافے کا سبب ہے۔ اگلی دہائی میں ان اثرات کی شدت میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان کا 2030 تک کاربن کے اخراج میں 20 فیصد کی کا عزم تقریباً 40 بلین ڈالر کی عالمی امداد پر منحصر ہے۔ گزشتہ 50 سالوں میں پاکستان کے اوسط درجہ حرارت میں تقریباً 0.5 ڈگری سینٹی گریڈ اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق عالمی سطح پر کاربن کے اخراج کی موجودہ صورتحال کے حساب سے رواں صدی کے آخر تک پاکستان کے درجہ حرارت میں تین سے پانچ ڈگری سینٹی گریڈ اضافہ متوقع ہے۔ سطح سمندر میں بھی اس صدی کے آخر تک مزید 60 سینٹی میٹر اضافے کی توقع ہے جس سے کراچی اور کلیٹن بندر کے ساحل کے متاثر ہونے کا امکان ہے۔ (بیس ریکارڈر، 25 اگست، صفحہ 9)

کاربن اخراج

وفاقی وزیر موکی تبدیلی زاہد حامد نے سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے موکی تبدیلی کے اجلاس میں کہا ہے کہ کوئلے سے چلنے والے نئے بجلی گھروں سے مضریگوں کے اخراج میں اضافہ ہوگا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ وزارت کو بجلی گھروں سے ہوا کے معیار، فضاء میں خارج ہونے والی راکھ سمیت ماحولیات اور سماجیات پر پڑنے والے اس کے اثرات کے حوالے سے تشویش ہے۔ اجلاس کے دوران سینٹر پروپریوٹریشن کا کہنا تھا کہ بجلی گھر میں استعمال کی گئی ٹیکنالوژی 40 سال پرانی ٹیکنالوژی سے بہتر ہے۔ ان منصوبوں پر احتیاج کرنے کے بجائے کمیٹی کو ان منصوبوں سے ہونے والے اخراج کو توانیں کے مطابق بنانا چاہیے۔ (ڈان، 6 منی، صفحہ 4)

سبز معیشت

ایک مضمون کے مطابق حکومت کا ملک کے تمام شعبہ جات کو قابل تجدید تو انائی کی فراہمی لیفٹنی بنانے کا عزم منافقت پر منی ہے۔ ملک میں قابل تجدید تو انائی کے مکمل ذرائع کے باوجود حکومت کا کوئلے سے

تو انائی پیدا کرنے کے منصوبوں میں دچپی لینا حکومتی مناقصہ کردار کا منہ بولتا ہوتا ہے۔ پاکستان کا محل و قوع بڑے پیمانے پر سُمیٰ تو انائی کے حصول کے لیے انجامی موزوں ہے۔ دیہی علاقوں کی فلاج و بہبود کے منصوبے نیشنل روول سپورٹ پروگرام کے مطابق پاکستان میں مال مویشیوں کے گور (اوستھ 10 کلو گرام فنی گائے یومیہ) کی نصف مقدار کے استعمال سے 12 ملین مرلح میر بایو گیس کے حصول کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ تبادل تو انائی کی ترقی کے ادارے آئیونیٹ انرجی ڈیولپمنٹ بورڈ (AEDB) کے مطابق پاکستان ممکنہ طور پر سُمیٰ تو انائی سے 2.9 ملین میگاوات، ہوائی تو انائی سے 340,000 اور پن بجلی سے 100,000 میگاوات تو انائی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (محمد عاطف الیاس، دی ایکپرس ٹریبون، 27 جولائی، صفحہ 7)

• سُمیٰ تو انائی

بھارت میں قابل تجدید تو انائی کے نرخ نئی کم ترین سطح 2.42 بھارتی روپے (3.7 امریکی سینٹ) فی کلو وات گھنٹہ (KWh) پر آگئے ہیں۔ گزشتہ ایک سال میں بھارت میں نرخوں میں ہونے والی یہ کمی 50 فیصد ہے جبکہ پاکستان میں ملکی اور غیر ملکی سُمیٰ تو انائی کمپنیاں 10 روپے (10 امریکی سینٹ) فی کلو وات گھنٹہ نرخ بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ یہاں مسئلہ صرف ایک ہے کہ سرمایہ کار اور کمپنیاں زیادہ سے زیادہ منافع کمائنا چاہتی ہیں۔ قائدِ اعظم سور پارک میں یہ کمپنیاں 15 روپے فی کلوواٹ گھنٹہ سے بھی زیادہ نرخوں کا خواب دیکھ رہی ہیں حالانکہ پاکستان میں سُمیٰ تو انائی تک کہ ہوائی تو انائی کے نرخ بھی کم ہونے چاہئیں کیونکہ پاکستان میں شرح سود بھی بھارت کے مقابلے کہیں کم ہے۔ اس کے علاوہ یہاں آمدی پر پیشگی سات فیصد محصول کے علاوہ کوئی محصول نہیں یہاں تک کہ کچھ موقع پر اس محصول میں بھی چھوٹ دی گئی ہے۔ (سید ختر علی، دی ایکپرس ٹریبون، 22 مئی، صفحہ 11)

• ہوائی تو انائی

سچل انرجی ڈیولپمنٹ پرائیوٹ لمبینڈ نے 49.5 میگاوات کے ہوائی تو انائی منصوبہ سے بجلی کی پیداوار کا

آغاز کر دیا ہے۔ یہ ہوائی توافقی پیدا کرنے والا پہلا پاکستانی منصوبہ ہے جو حصیر، سندھ میں 680 ایکڑ کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس منصوبے پر 100 فیصد سرمایہ کاری چین کے تجارتی و صنعتی بیک (ICBC) نے کی ہے۔ کمپنی معاملہ کے تحت 20 سال تک توافقی قومی گردانیشن کو دینے کی پابند ہے۔ (دی ایکپریس ٹریبون، 20 مئی، صفحہ 10)

موسیٰ بحران • گرمی کی لہر

سندھ ہائی کورٹ نے 2015 میں کراچی میں گرمی کی لہر سے تقریباً 1,000 افراد کی ہلاکت اور بچلی کی بندش کی عدالتی تحقیقات کرنے کے لیے دائر درخواست پر فیصلہ حفظ کر لیا ہے۔ درخواست گزار کے مطابق شہر میں گرمی کی شدت سے 1,000 افراد ہلاک اور 40,000 متاثر ہوئے کیونکہ وفاقی اور صوبائی حکومت نے اس دوران کوئی حکمت عملی نہیں اپنائی اور 23 جون تک ہنگامی حالت نافذ کرنے میں تاخیر کی جب تک 426 افراد جانحق ہو چکے تھے۔ درخواست گزار نے شہر کو بچلی کی تقسیم کا رکنی کے الیکٹریک کو بھی ان اموات کا ذمہ دار ٹھریا جو اس دوران بچلی کی بلا تعطل فراہمی میں ناکام رہی۔ (دی ایکپریس ٹریبون، 30 مئی، صفحہ 13)

پاکستان کا شمار اس صدی کے آخر تک شدید گرمی سے متاثر ہونیوالے جنوبی ایشیاء کے انہائی خطرے کے شکار ممالک میں ہوتا ہے۔ جنوبی ایشیائی ممالک میں موسمی تبدیلی کے اثرات جانے کے لیے میاچو گوشہ انسٹی ٹیوٹ آف میکنالوجی (MIT) کے تحت کی گئی تحقیق کے مطابق موسمی تبدیلی کی موجودہ رفتار جاری رہنے کی صورت میں پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں آئندہ چند دہائیوں میں جان لیوا گرمی کی لہریں شروع ہو جائیں گی۔ ایک اندازہ کے مطابق 2015 میں جنوبی ایشیاء میں گرمی کی لہر سے 3,500 افراد موت کا شکار ہو گئے تھے۔ موسمیات کے عالمی ادارے ورلڈ میٹرو جیکل آرگانائزیشن (WMO) ایشیاء پیونک کے نائب صدر ڈاکٹر غلام رسول کا کہنا ہے کہ یہ افسوساً ہے کہ متعلقہ حکام اس معاملے کی حسایت کو محض نہیں کر رہے ہیں۔ (دی ایکپریس ٹریبون، 5 اگست، صفحہ 2)

XI۔ غربت اور غذائی کی

غربت

سوشل پالیسی اینڈ ڈیولپمنٹ سینٹر (SPDC) کے سالانہ سماجی ترقیاتی جائزے کے مطابق سنده میں شہری آبادی میں 2001-2013 سے 6.3 میلین ہے جس میں سے 5.9 میلین افراد برسروزگار ہیں جبکہ 400,000 افراد میں کل افرادی قوت 6.3 میلین ہے جس میں سے 1.8 فیصد تھا۔ سنده میں شہری علاقوں میں بروزگاری کی شرح 6.3 فیصد تھی۔ اس حوالے سے کسان رہنماؤ نواز شاہ کا کہنا ہے کہ 2006 سے زرعی شعبے میں بڑھوٹری 2.5 فیصد چلی آ رہی ہے جو پہلے 4.5 فیصد ہوا کرتی تھی۔ زرعی شعبے میں بڑھوٹری کی صلاحیت ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اس شعبے کو سی پیک کے ذریعے چین، روس اور وسط ایشیائی منڈیوں سے جوڑا جائے۔ (محمد سین خان، ڈان، 14 مئی، صفحہ 11)

ایک مضمون کے مطابق سنده کے دمہی علاقے انتہائی غربت کا شکار ہیں جس کی اہم وجہ یہ ہے کہ زیادہ تر آبادی کے پاس اپنی زمین نہیں ہے۔ سنده میں زمین کی تقسیم انتہائی غیر منصفانہ ہے اور زمینی اصلاحات کسی بھی حکومت کی ترجیح نہیں رہی۔ پیداوار کے نبیادی جز زمین تک رسائی دیہات میں غربت کے خاتمے کے لیے انتہائی اہم ہے۔ پاکستان کی زرعی شماریات کے مطابق 47 فیصد زرعی زمینیں دو ہیکٹر سے بھی کم رقبے پر مشتمل ہیں۔ سنده میں جاگیردار خاندانوں کی زمینی ملکیت کم ہونے کے بجائے بڑھ رہی ہے اور دمہی سنdehy میں غربت سب سے بڑا مسئلہ بن چکی ہے جہاں 50 فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے اور غذائی کمی کی شکار ہے۔ صوبے کی آبادی نی کس آدمی میں کمی، بروزگاری، مناسب تعلیم، نکاسی، طبی سہولیات کی عدم فراہمی اور غیر صحمند ماحول کا سامنا کر رہی ہے۔ صوبہ قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے، تیل و گیس اور کوکلے کے بھاری ذخائر موجود ہیں، صوبے میں دو بندروں گاہیں موجود ہیں، ملک میں تیل و گیس کی پیداوار میں 72 فیصد حصہ سنdehy سے حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ پرماندہ علاقوں میں سے ایک ہے جہاں غربت، بروزگاری اور دیہات و شہروں کے درمیان

تفریق بڑھ رہی ہے۔ (ناصر علی پنہو، دی ایک پرسنل ٹرینیگ، 3 جون، صفحہ 7)

وزیر اطلاعات خیبر پختونخوا شاہ فرمان نے ایک پرلس کانفرنس میں دعویٰ کیا ہے کہ رواں ماں سال کے اختتام تک صوبے میں کوئی بھی فرد خط غربت سے بچنے نہیں رہے گا۔ PBS (پی بی ایس) کے گھریلو اقتصادی سروے کا حوالہ دیتے ہوئے وزیر اطلاعات کا کہنا تھا کہ 2013 میں صوبے میں خط غربت سے بچنے والوں کی تعداد 23.86 فیصد تھی جو کم ہو کر 12.27 فیصد ہو گئی ہے جبکہ پنجاب میں یہ تعداد 14.5 فیصد سے بڑھ کر 19.6 فیصد، سندھ میں 18.35 فیصد سے بڑھ کر 23.4 فیصد ہو گئی ہے۔ (ڈان، 10 جولائی، صفحہ 7)

• اکم سپورٹ پروگرام

بنیظیر اکم سپورٹ پروگرام:

بی آئی ایس پی کے تحت امداد لینے والوں میں حکومت نے 125,714 جعلی امداد وصول کنندگان کی نشاندہی کر دی ہے جن میں سب سے زیادہ تعداد سندھ سے اور اس کے بعد پنجاب سے ہے۔ بی آئی ایس پی نے اپنے (کیس میجنٹ سٹم) ذرائع استعمال کرتے ہوئے تصدیق کے دوران 563,225 امداد وصول کرنے والوں میں سے 125,714 کی امداد روک دی ہے۔ غلط معلومات کے ذریعے امداد لینے والوں میں پنجاب میں 44,603، سندھ میں 55,737 خیبر پختونخوا میں 16,035، ملک میں 1,880 جبکہ آزاد جموں کشمیر میں 1,050 افراد شامل ہیں۔ (بڑنس ریکارڈ، 21 مئی، صفحہ 2)

چیزیں بی آئی ایس پی ماروی میمن نے کہا ہے کہ نیشنل سوشیو اکنامک رجسٹری (NSER) سروے میں تمام علاقوں کی شمولیت کو یقینی بنایا جائیگا۔ مہند ایجنسی میں ہونیوالے سروے کے موقع پر انکا کہنا تھا کہ ہر ایک گھر کا سروے کیا جائے گا اور ضرور تمند کو اس کا حق ملنے تک گھر گھر سروے جاری رہیگا۔ مہند ایجنسی میں سروے کا آغاز اپریل 2017 میں کیا گیا تھا۔ اب تک 53,520 گھرانوں کا سروے کیا جا چکا ہے۔

غذاً کی کمی

بلوچستان کے وزیر صحت میر رحمت صالح بلوچ نے صوبائی اسمبلی کے اگلے اجلاس میں صوبے میں ماں اور بچوں کی غذاً کی کمی کی صورتحال کے پیش نظر غذاً ہمگامی حالت نافذ کرنے کے لیے قرارداد پیش کرنے کا اعلان کیا ہے۔ غذاً کی صورتحال پر ارکان اسمبلی کو خصوصی طور پر حالات سے آگاہ کیا جائے گا۔ صوبائی وزیر کا کہنا تھا کہ سروے کے مطابق صوبے میں 16.2 فیصد بچے غذاً کی کمی کا شکار ہیں، 52 فیصد بچے اپنی عمر کے مقابلے بڑھوٹری میں کمی اور 40 فیصد بچے وزن میں کمی کا شکار ہیں۔ (ڈان، 1 مئی، صفحہ 3)

ایک اخباری اداریے کے مطابق حالانکہ ملک میں اس وقت پانچ سال سے کم عمر 44 فیصد بچے غذاً کی کمی کا شکار ہیں اس کے باوجود حکومت غربت اور غذاً عدم تحفظ کے مسئلے کو حل کرنے میں مسلسل ناکام ہے۔ عالمی بینک نے سندھ میں غذاً کی سہنٹنے کے لیے 61 ملین ڈالر امداد دینے کا وعدہ کیا ہے جہاں پانچ سال سے کم عمر 48 فیصد بچوں کی نشوونما کم ہے جبکہ صوبے کے 23 اضلاع میں بچوں کی نشوونما میں کمی کا تناسب 40 فیصد تک ہے۔ اس امداد کا مقصد غذاً کی اور نشوونما میں کمی کے شکار بچوں کی تعداد 2021 تک 48 فیصد سے 43 فیصد تک لانا ہے۔ سندھ میں لاکھوں بچے نشوونما میں کمی کا شکار اور سینکڑوں بھوک سے مرتے ہیں جہاں ملک کی چوچھائی آبادی شرمناک حکومتی عدم توجیہ میں گذر بر کرتی ہے۔ یہ حقائق ظاہر کرتے ہیں حکومت غذاً کی صورتحال کو اپنی سیاسی ترجیحات میں شامل کرنے سے گریزیاں ہے۔ (اداریہ، ڈان، 30 مئی، صفحہ 8)

پانی سے ہونی والی بیماریوں اور غذاً کی کمی وجہ سے گزشتہ چار دنوں میں تھرپار کر کے اپتالوں میں مزید 11 بچے جانحق ہو گئے ہیں۔ ان اپتالوں میں سول اپتاں مٹھی اور دیہی صحت کا مرکز اسلام کوٹ شاہی ہیں۔ محکمہ صحت کے ذرائع کے مطابق اس سال جنوری سے اب تک ضلع تھرپار کر میں مرنے والے بچوں

کی تعداد 172 ہو گئی ہیں۔ غذائی و طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ قبر پارکر میں مزید اموات روکنے کے لیے ضروری ہے کہ یہاں پینے کا صاف پانی اور خواراک فراہم کی جائے۔ (ڈان، 8 جون، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق پاکستان میں بھوک اور غذائی عدم تحفظ کے علاوہ غذائی کمی بھی ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ پاکستان میں غذائی کمی ہر طرف پھیلی ہے جو ہر عمر کے فرد کو متاثر کرتی ہے۔ اقوام متعدد کے ادارے فاؤنڈیشن کی معاونت کے ساتھ پاکستان اسکیلینگ اپ نیوزیشن (SUN) کے اندازے کے مطابق پاکستان میں 37.5 میلین افراد غذائی کمی کا شکار ہیں۔ SUN (س) کی طرف سے غذائی کمی کی وجہ سے ہونے والے نقصانات پر مشتمل ایک نئی رپورٹ (The Economic Consequences of Undemutrition in Pakistan : An Assessment of Losses) میں ڈالر (مجموعی قومی پیداوار کا تین فیصد) نقصان ہوتا ہے۔ یہ تحقیق بتاتی ہے کہ غذائی کمی سے صرف غریب خاندان ہی متاثر نہیں ہوتے بلکہ یہ قومی معیشت کے لیے بھی بری ہے۔ ملک میں 10 میلین سے زیادہ باغی افراد خون کی کمی کا شکار ہیں جو ان افراد میں کمزوری اور تھکاوٹ کی وجہ ہے۔ زرعی، صنعتی اور دیگر شعبہ جات میں کام کرنے والی اس افرادی قوت سے معافی پیداوار کم ہوتی ہے۔ اسی طرح خون، آبیوں اور نشونما میں کمی کے شکار بچوں کی اکثریت (دو تہائی) میں ڈھنی اور جسمانی کمزوری کا سبب بننے لگی جس سے نہ صرف بچے کی تعلیم متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کے باغی ہونے پر بھی اس کی کارکردگی کم ہوتی ہے۔ (سید محمد علی، دی ایک پریس ٹریبیون، 10 جون، صفحہ 6)

ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے بھوک، غربت اور غذائی کمی کے حوالے سے منعقد کیے گئے مذاکرے میں مقررین نے پالیسی سازوں پر زور دیا ہے کہ وہ ملک سے غربت کے خاتمے اور غذائی تحفظ کے لیے ٹھوس اقدامات کریں تاکہ غربت کے خاتمے کے پانیدار ترقیاتی اہداف حاصل کیے جاسکیں۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ پوشیدہ بھوک (ہڈن ہنگر) انسان کو بری طرح متاثر کر سکتی ہے جس سے ڈھنی امراض و جسمانی امراض یہاں تک کہ موت بھی ہو سکتی ہے۔ پوشیدہ بھوک سے متاثرہ افراد میں اکثر کوئی ظاہری جسمانی کمی

نظر نہیں آتی اور وہ خود اپنی اس کیفیت سے باخبر نہیں ہوتے۔ پاکستان میں فولاد اور آئی ڈائین کی کمی کے حوالے سے شہری آبادی میں آگھی سب سے زیادہ رہی ہے جو بلترتیب 42 فیصد اور 61.6 فیصد ہے۔
(برنس ریکارڈر، 7 جولائی، صفحہ 12)

XII۔ قدرتی بحران

بارشیں / طوفان

جنوبی پنجاب کے مختلف شہروں میں ہونے والی موسلادھار بارشوں کی وجہ سے سات افراد ہلاک جبکہ 144 زخمی ہو گئے ہیں۔ مسلسل بارشوں کی وجہ سے کئی اضلاع میں بجلی بند ہو گئی ہے۔ بہاؤ لٹر میں تیز اور گرچ چک کے ساتھ ہونے والی بارش سے چار افراد ہلاک ہوئے جبکہ فاضل پور میں بارش کے دوران بجلی لگنے سے عباس نامی شخص اور اس کا بیٹا ہلاک ہو گئے۔ چشتیاں میں مکان کی چھت گرنے سے پانچ سالہ حمزہ اور اس کی ماں آسیہ جانحق ہو گئے۔ (دی ایک پریس ٹریبیون، 12 جون، صفحہ 5)

بہاؤ پور شہر اور اس کے نواحی علاقوں میں شدید بارشوں کی وجہ سے ایک عورت ہلاک اور کئی افراد زخمی ہو گئے ہیں۔ بارشوں سے شہر کے مختلف علاقوں میں مکانوں کی چھتیں گرنے کی اطلاعات ہے جس میں کئی افراد زخمی ہوئے ہیں جبکہ بجلی کا نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔ درختوں اور بجلی کے کھمبے گرنے کی وجہ سے آمد و رفت بھی متاثر ہوئی ہے۔ ضلعی انتظامیہ نے متاثر افراد کے لیے امدادی کارروائی شروع کر دی ہے۔ محکمہ موسماں نے اگلے 24 گھنٹوں میں مزید بارشوں کی پیشگوئی کی ہے۔ (دی ایک پریس ٹریبیون، 22 جون، صفحہ 5)

ایک خبر کے مطابق زیریں سندھ میں تھر، بدین سمیت دیگر علاقوں میں تیز بارشیں شروع ہوئی ہیں جس کی وجہ سے خشک سالی کے شکار علاقوں میں عوام کو راحت مل گئی ہے۔ گلر پارکر، مٹھی، اسلام کوٹ اور تھر کے دیگر علاقوں میں بارش نے مقامی لوگوں کے چہروں پر خوشیاں بکھیر دی ہیں۔ خشک سالی کی وجہ سے دوسرے علاقوں کی طرف بھرت کرنے والے خاندانوں نے مال موسیشیوں سمیت واپس آ کر کھیتوں میں

روایتی فضلوں کی کاشت شروع کر دی ہے۔ (ڈاں، 1 جولائی، صفحہ 19)

نیشنل ڈیز اسٹر میجنٹ اتحاری (NDMA) نے اپنی تمام صوبائی اور ضلعی انتظامیہ کو متوقع موں سون بارشوں کے لیے ہر ممکن اقدامات کرنے کی ہدایت کی ہے اور عملے کو چوکنا رہنے کا حکم دیا ہے۔ بارشوں کی وجہ سے مختلف دریاؤں سندھ، جہلم، چناب، راوی اور ستانج کے گرد آباد بستیوں کو حساس قرار دے کر حفاظتی اقدامات کرنے کی ہدایت جاری کر دی گئی ہے۔ NDMA (این ڈی ایم اے) کی شائع ہونے والی حالیہ رپورٹ کے مطابق موں سون بارشوں سے آنے والے سیلاب سے ملک بھر میں 87 افراد ہلاک جبکہ 119 زخمی ہوئے ہیں۔ سیلاب سے بہت سارے مکانات بھی تباہ ہوئے ہیں جن میں 12 پنجاب، 29 خیبر پختونخوا، پنج سندھ، 36 بلوچستان، 29 آزاد کشمیر، دو قبائلی علاقوں، پنج گلگت بلستان اور ایک مکان اسلام آباد میں تباہ ہوا۔ اتحاری نے سیلاب سے متاثرہ افراد کو خیئے فراہم کر دیے ہیں۔ حکوم موسیات نے اگلے تین دنوں میں ملک کے مختلف علاقوں میں مزید بارشوں کی پیشگوئی کی ہے۔ (برنس ریکارڈ، 22 جولائی، صفحہ 3)

ایک خبر کے مطابق تھر اور زیریں سندھ میں بارشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ تھر کے علاقوں میں، ڈیپلو، چھا چھرو، کلوئی اور نگر پار کر میں پچھلی رات سے جاری مسلسل بارش کی وجہ سے تھر کے عوام میں یہ امید پیدا ہوئی ہے کہ وہ روایتی فصلیں اور چارہ بڑی مقدار میں حاصل کر سکیں گے۔ بدین اور میر پور خاص میں بھی بارشوں کا سلسلہ جاری ہے جس سے فضلوں کو بھی نقصان پہنچا ہے۔ (ڈاں، 30 جولائی، صفحہ 19)

خیبر پختونخوا کے مختلف علاقوں میں بارشوں کی وجہ سے مختلف حادثات میں چار افراد ہلاک اور 14 زخمی ہوئے ہیں۔ صوبائی ڈیز اسٹر میجنٹ اتحاری (PDMA) نے دو افراد کی ہلاکت کی تصدیق کی ہے جبکہ زخمیوں کے حوالے سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ہے۔ شب قدر کا علاقہ بارش کی وجہ سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ بارش سے متاثرہ علاقوں میں ہنگامی حالت نافذ کر دی گئی ہے اور بحالی کا کام جاری ہے۔ امدادی اداروں نے شب قدر کے علاقے سے 500 افراد کو محفوظ مقامات کی طرف منتقل کیا ہے۔

این ڈی ایم اے نے مون سون بارشوں سے ملک بھر میں ہونے والے نقصانات کے اعداد و شمار جاری کر دیے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق بارش سے روما ہونے والے واقعات میں تقریباً 118 افراد ہلاک اور 154 زخمی ہوئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق 31 پنجاب، 24 خیبر پختونخوا، چھ سندھ، 26 بلوچستان، چار آزاد کشمیر، 16 فنا، آٹھ گلگت بلتستان اور تین افراد اسلام آباد میں ہلاک ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیر اور گلگت بلتستان سمیت ملک بھر کے مختلف علاقوں میں بارشوں کی وجہ سے 399 گھر تباہ ہوئے ہیں۔

(برنس ریکارڈر، 9 اگست، صفحہ 9)

سیلاب

گلگت بلتستان کی وادی حراموش میں جھیل پھٹنے سے آنے والے سیلاب کے نتیجے میں کئی مویشی اور چرواحوں کے گھر سیلابی پانی میں بہہ گئے۔ حکام کے مطابق سیلاب کی وجہ سے گائے اور بھیڑ سمیت تقریباً تین درجن مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ اب تک سیلاب سے کسی انسانی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ہے۔

(ڈاں، 17 جون، صفحہ 7)

وزیر اعلیٰ بلوچستان نے PDMA (پی ڈی ایم اے) اور انتظامیہ کو سیلاب سے متاثرہ افراد کی بحالی کے لیے ہر ممکن امداد کرنے کی ہدایت کی ہے۔ پی ڈی ایم اے کے ڈائریکٹر جزل عطاء اللہ مینگل کے مطابق لسیلہ، ٹوب، وڈھ اور سی کے علاقوں سے 24 افراد کی ہلاکت کی خبر کے بعد 20 اضلاع کو آفت زدہ قرار دیا گیا ہے اور متاثرہ علاقوں میں امدادی عملہ اور ضروریات زندگی کا سامان پہنچادیا گیا ہے۔ (ڈاں، 19 جولائی، صفحہ 5)

کندھ کوٹ ضلع کشمیر میں واقع سیفیل نہر میں 40 فٹ چوڑا شیگانگ پڑنے سے دو گاؤں علی مراد جعفری اور

سوندو زیر آب آگئے جس سے چاول کی فصل اور ایک مچھلی کا فارم مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ متاثرین کا کہنا تھا کہ شگاف کے بارے میں مکملہ آپاشی کو آگاہ کیا گیا لیکن کوئی بھی بند پر نہیں پہنچا۔ مقامی لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت تین گھنٹے کی کوششوں کے بعد شگاف کو بند کیا۔ (ڈان، 12 جولائی، صفحہ 19)

سکھر میں بیگاری کنال بند میں دو مختلف مقامات پر شگاف پڑنے سے دھان کے کھیت اور چھگاؤں پانی میں ڈوب گئے۔ متاثرین نے شکایت کی ہے کہ جب دونوں شگاف بڑھ کر 130 اور 60 فٹ چوڑے ہو گئے اس وقت مکملہ آپاشی کا عملہ انہیں پر کرنے کے لیے مشینی کے ساتھ پہنچا۔ سیالابی پانی سے ہزاروں ایکڑ پر چاول کی فصل بہہ گئی۔ متاثرین نے الزام لگایا کہ بیگاری کنال کی مرمت کے لیے کئی ملین روپے مختص کیے جاتے ہیں لیکن رقم خود برد کر لی جاتی ہے اور کاغذوں میں کام ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ (ڈان، 20 جولائی، صفحہ 19)

این ڈی ایم اے کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق موسمون کی بارشوں سے پنجاب میں 33 افراد ہلاک جبکہ 83 رخی، خیبر پختونخوا میں 12 افراد ہلاک، 33 رخی ہوئے ہیں۔ اسی طرح بلوچستان میں 22 افراد ہلاک، آزاد کشمیر میں چار افراد ہلاک اور قاتا میں 18 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ گلگت بلستان میں بارشوں کی وجہ سے آٹھ افراد ہلاک جبکہ سندھ میں چھ افراد ہلاک اور 17 رخی ہوئے ہیں۔ (جنس ریکارڈ، 22 اگست، صفحہ 12)

کراچی میں ہونے والی (زیادہ سے زیادہ 41 میٹر) بارشوں سے ہونے والے حادثات میں 19 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ مرنے والے زیادہ تر افراد بچلی کے تاروں سے بچلی گئے سے ہلاک ہوئے ہیں۔ مختلف علاقوں میں بارش کا پانی سیالاب کی شکل اختیار کر گیا جس سے صورتحال مزید بگزگی۔ میسر کراچی و سیم اندر نے ہنگامی مراکز کو چوکنا رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ مکملہ موسمیات نے شہر میں مزید بارشوں کی پیشگوئی کی ہے۔ (ڈان، 23 اگست، صفحہ 17)

میرپور خاص اور بدین میں موسلا دھار بارشوں اور طوفان نے تباہی پھیلادی ہے۔ طوفان کی وجہ سے درجنوں درخت زمین سے اکھڑ گئے اور کئی کچے مکانات بھی گر گئے۔ بارش کا پانی سڑکوں پر جمع ہو گیا ہے اور نیئی علاقوں میں پانی سیلاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ کاشکاروں کے مطابق تیز ہواؤں نے کپاس اور مرچ اور ٹماٹر کی فصل کو جزوی تقصیان پہنچایا ہے۔ (ڈاں، 29 اگست، صفحہ 19)

ایک خبر کے مطابق دادو میں کدن شاخ بند میں 50 فٹ چوڑا شکاف پڑنے سے بہنے والے پانی نے سیلابی شکل اختیار کر لی جس کے نتیجے میں تین گاؤں، 1,500 ایکڑ زرعی زمین اور کئی مچھلیوں کے فارم پانی میں ڈوب گئے۔ متاثرہ افراد کے مطابق بند کمزور ہو چکا تھا لیکن محمد آپاشی نے متعدد بار توجہ دلانے پر بھی کوئی کارروائی نہیں کی۔ بند ٹوٹنے کے بعد سکھ بیراج کے حکام کو آگاہ کیا گیا لیکن بند کی مرمت کے لیے عملہ نہیں پہنچا اور نہ ہی متاثرہ افراد کی بحالی کے لیے کوئی اقدامات کیے گئے۔ (ڈاں، 29 اگست، صفحہ 19)

خشك سالي

مکران ڈویژن کے مختلف اضلاع میں باشیں نہ ہونے کی وجہ سے خشك سالی جیسے حالات کا سامنا ہے۔ ایک سروے کے مطابق صرف چنگوڑ میں 70 زیر زمین پانی کی نہریں جنہیں کاریز کہا جاتا ہے خشك ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے کئی خاندان دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہیں۔ گوادر کے ضلعی کونسل کے چیئرمین بابو گلاب کا کہنا ہے کہ گوادر کے دود دراز اور ارد گرد کے علاقے خشك سالی کی زد میں ہیں اور ان علاقوں کو ٹینکروں کے ذریعے پانی فراہم کیا جا رہا ہے۔ گوادر کے مضائقاتی علاقے کولانچ امی کے رہا شی بابو محرب کے مطابق ان کے گاؤں کی 70 نیصد آبادی نے ہجرت کر کے کراچی گوادر اور پٹی میں رہائش اختیار کر لی ہے۔ (ڈاں، 23 جون، صفحہ 5)

XIII۔ مراجحت

پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے احتجاج میں شرکت کے لیے جانبواں PKI (پی کے آئی) کے تقریباً 53

کارکنان کو پولیس نے پاکپتن چوک سے گرفتار کر لیا ہے۔ گرفتار کسانوں کا تعلق چچہ وطنی اور کاسوال سے ہے۔ اسلام آباد میں موجود پاکستان کسان اتحاد کے رہنمای کہنا تھا کہ اسلام آباد پولیس اب تک ان کے 350 کارکنان کو گرفتار کر چکی ہے۔ پولیس نے مظاہرین کو بدترین تشدد کا نشانہ بھی بنایا ہے۔ (ڈاں، 27 مئی، صفحہ 2)

انجمن مزاریں پنجاب (AMP) کے رہنمای عبدالستار کو کچھ مقدمات میں انسداد و ہشتگردی کی عدالت سے 200,000 روپے زرضاخت کے بد لے ضمانت دے دی گئی ہے۔ تاہم انہیں دیگر مقدمات کی وجہ سے رہا نہیں کیا گیا۔ مہر عبدالستار پر پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے جمیع طور پر 150 مقدمات درج ہیں جس میں غداری کے مقدمات بھی شامل ہیں۔ (ڈاں، 29 مئی، صفحہ 2)

خضدار، بلوچستان میں BISP (بی آئی ایس پی) سے امدادی رقم حاصل کرنے والی عورتوں کی بڑی تعداد نے نیشنل ہائی وے پر موبائل کمپنی کی جانب سے قط کی رقم سے 900 روپے کی کٹوتی کے خلاف احتجاج کیا اور دھرنا دیا۔ مظاہرین کی نمائندہ زاہدہ مینگل نے صحافیوں کو بتایا کہ پہلے خضدار کی عورتیں ڈاک خانے سے رقم وصول کرتی تھیں جو اپنی خدمات کی مد میں 200 روپے وصول کرتا تھا لیکن اس میںے رقم کی تقسیم موبائل کمپنی کے ذریعے کی گئی جو اس مد میں 900 روپے وصول کر رہی ہے۔ مظاہرین نے رقم کی تقسیم دوبارہ ڈاک خانے کے ذریعے کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈاں، 10 جون، صفحہ 3)

زمین

سنده ہاری مزدور چدو جہد کے زیر اہتمام ہاریوں کے مطالبات کی منظوری کے لیے کیے گئے لانگ مارچ کے حیدر آباد پہنچنے پر مقامی کسانوں، مزدوروں اور شہری تنظیموں کے نمائندگان کی جانب سے پر تپاک استقبال کیا گیا۔ اخباری نمائندوں سے بات کرتے ہوئے مظاہرین نے حکومت سے بے زمین کسانوں کو زمین فراہم کرنے کے لیے صوبہ میں زمینی اصلاحات نافذ کرنے، ہاری کورٹ کے قیام، سنده ہاری

قانون (Sindh Tenancy Act) میں ترمیم کرنے، زرعی شعبہ کو صنعت کا درجہ دینے، روپنووریکارڈ میں کسانوں کو درج کرنے اور کم عمر شادی پر پابندی کے قانون پر عملدرآمد کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 1 جولائی، صفحہ 19)

اسلام کوٹ پولیس کلب، سندھ میں بڑی تعداد میں مقامی افراد نے احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ مظاہرین حکومت سے تحریر میں ہوائی اڈے کی تعمیر کے لیے حاصل کی گئی زمین کے معاوضے کا مطالبه کر رہے تھے۔ مظاہرین کے مطابق حکومت نے سات سے آٹھ سال پہلے 295 ایکڑ زمین ہوائی اڈے کی تعمیر کے لیے حاصل کی تھیں لیکن انہیں ابھی تک زمین کا معاوضہ ادا نہیں کیا گیا۔ متعلقہ حکام سے بار بار اپیل کرنے پاوجوہ 95 فیصد متاثرین کو تاحال معاوضہ ادا نہیں کیا گیا۔ (ڈان، 14 جولائی صفحہ 19)

پانی

بدین میں پنگریو پولیس نے 300 کسانوں اور ان کے تین رہنماؤں کیخلاف مقدمہ درج (ایف آئی آر) کیا ہے۔ کسانوں نے جبری طور پر سنگی ریگولیر کے انتظامات سنبلانے کے بعد پانی کے بہاؤ کا رخ اپنی زمینوں کی طرف موڑ دیا تھا۔ کسانوں کے خلاف مقدمہ مکملہ آپاشی خیر پور سب ڈویژن کے سب انجینئر عبد الجید چند کی مدعیت میں درج کیا گیا ہے۔ چیئرمین سندھ آباد گاریسوی ایشن پیر سید فیاض علی شاہ کا کہنا ہے کہ مکملہ آپاشی کے حکام اس صورتحال کے خود ذمہ دار ہیں۔ مکملہ آپاشی کے ناروا سلوک نے کسانوں کو قانون ہاتھ میں لینے پر مجبور کیا ہے۔ پانی کا بحران کسانوں کو انتہائی اقدامات اٹھانے پر مجبور کر رہا ہے۔ (ڈان، 12 مئی، صفحہ 19)

گھوگنی میں قاضی واد نہر آرڈی۔ 91 میں شکاف پڑنے سے دو گاؤں حضور بخش قبول اور اللہ تو گبول میں کئی ایکڑ زمین پر کھڑی کپس کی فصل تباہ ہو گئی ہے۔ کسانوں نے مکملہ آپاشی کو اس کی اصلاح دی ہے لیکن مکملہ کی جانب سے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ دونوں گاؤں کے رہائشیوں نے مکملہ آپاشی کے

خلاف احتجاج کیا اور واقعے کو مکملہ آپاشی کی غفلت قرار دیا ہے۔ (ڈان، 14 جون، صفحہ 19)

ماہی گیری

ایک غیر سرکاری تنظیم کی قیادت میں ماہی گیروں نے سندھ بھر میں تازہ پانی کے وسائل پر قبضے کے خلاف کراچی پر لیں کلب پر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین کا مطالبہ تھا کہ ان کے روزگار کے تحفظ کے لیے قانون پر عملدرآمد کیا جائے۔ دریا اور تدریتی جیلوں پر سے بااثر افراد کی جانب سے جبرا کیا گیا قبضہ اور ٹھیکے پر ماہی گیری کے نظام کا خاتمه کیا جائے۔ مظاہرین نے صوبائی وزیر مال مویشی و ماہی گیری محمد علی مکانی کو ان کے عہدے سے برطرف کرنے کا مطالبہ بھی کیا۔ ماہی گیروں نے الزم اگلیا کہ صوبائی وزیر ضلع سجاوں میں مقامی جاگیردار کی جانب سے جھیل پر قبضے میں مدد کر رہے ہیں۔ (بنس ریکارڈر، 28 مئی، صفحہ 2)

اوماڑہ، بلوجستان کے ساحل کے قریب ایک ماہی گیر پاکستان نیوی کی جانب سے کی گئی گولی باری (فارنگ) سے زخمی ہو گیا۔ ذرائع کے مطابق عبدال حمید نامی ماہی گیر او ماڑہ کے ساحلی علاقے میں شکار کرتے ہوئے پاکستانی بحریہ کے منوعہ علاقے میں داخل ہو گیا تھا جس پر بحریہ کے مخافقوں نے کشتی پر گولی باری کی۔ واقعے کے بعد او ماڑہ کے سینکڑوں ماہی گیروں نے سڑکوں پر احتجاج کرتے ہوئے اس واقعے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ مظاہرین نے واقعے کی تفتیش، ماہی گیر کے لیے طبی سہولیات اور کشتی کو ہونے والے نقصان کے ازالے کا مطالبہ کیا۔ پاکستان نیوی اور مقامی انتظامیہ نے احتجاجی ماہی گیروں سے بات چیت کے بعد اتفاق کیا کہ واقعے کی تفتیش کی جائے گی اور زخمی کو طبی سہولیات فراہم کی جائیں گی جس کے بعد احتجاج ختم کر دیا گیا۔ (ڈان، 8 جون، صفحہ 3)

ماحول

گوراؤ گاؤں، تحریک کر کے مکین جو گزشتہ چھ ماہ سے اپنے گاؤں میں کوئلہ کی کان سے نکالے جانے والے پانی کو جمع کرنے کے لیے ڈیم کی تعمیر کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں، نے حکومت سندھ اور ایس ایسی

ایم سی کے ساتھ بامعنی بات چیت کے لیے آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔ ایڈوکیٹ لیلا رام نے اسلام کوٹ پر لیں کلب پر صحافیوں کو بتایا کہ حالیہ سروے ظاہر کرتا ہے کہ کچپنی نے منصوبے کے لیے درکار زمین سے زیادہ زمین خریدی ہے اور کچھ زمین تعمیری مقام سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ کئی زمین مالکان کو اب تک ان کی زمین کا معاوضہ ادا نہیں کیا گیا، اگر ان کسانوں کو حالیہ پارشوں کے بعد زمین کاشت کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تو وہ مزاحمت کریں گے۔ (ڈاں، 1 جولائی، صفحہ 19)

چشتیاں، پنجاب میں مسینہ طور پر مکمل جنگلات کی ملی بھگت سے درختوں کی غیر قانونی کثائی کیخلاف احتجاج کیا گیا۔ مظاہرین نے الازم عائد کیا ہے کہ حکام نے 40 ملین روپے مالیت کے ہزاروں درخت کاٹ کر منڈی میں فروخت کر دیے ہیں۔ متعدد بار شکایت کرنے کے بعد شروع کی گئی تفتیش میں کم از کم 12,190 درخت کاٹے جانے کا انکشاف ہوا ہے اس کے باوجود ذمہ داروں کیخلاف کسی فقہم کی کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی۔ مکمل جنگلات حقائق چھپانے اور معاملے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مظاہرین نے وزیر اعلیٰ پنجاب شہزاد شریف سے اس معاملے پر توجہ دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈاں، 3 جولائی، صفحہ 6)

کسانوں نے ملک میں بڑی مقدار میں چاول کا ذخیرہ ہونے کے باوجود اسکی برآمدات میں حکومتی ناکامی پر احتجاج کیا ہے۔ لاہور میں ایک پر لیں کانفرنس کے دوران KBP (کے بی پی) کے صدر چودھری ثار کا کہنا تھا کہ حکومت مکمل زراعت کو ڈپٹی کمشرون کے ماتحت کرنے میں ناکام ہے جس کا مقصد مکمل کے ہزاروں ملاز میں کو آئندہ انتخابات میں سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا ہے۔ صدر کے بی پی نے زرعی مداخل پر عائد تمام محصولات ختم کرنے، زرعی ٹیوب ویلوں کے لیے مفت بجلی، چھوٹے کسانوں کے لیے بلا سود قرضوں کی فراہمی اور بھارت سے تجارت کے 2012 کے اعلاءیے کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ مطالبات منظور نہ ہونے کی صورت میں اسٹبلیوں کے باہر دھرنے کا عنديہ دیا ہے۔ (ڈاں، 25 جولائی، صفحہ 2)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

۱۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

براعظم افریقہ بظاہر وسیع اور کشادہ نظر آتا ہے جس کی لامحدود زمین اُنکی خوبصورتی کا اہم جزئی، تاہم اب یہ ایک خام خیالی ہے۔ آبادی میں اضافہ، موسیٰ تبدیلی، زمینی کٹاؤ اور اس کی زرخیزی میں کمی، خوراک کی عالمی قیمتیں اور اشرافیہ کے مقادیر افریقہ کی سرزی میں پر پڑنے والے مقنی اثرات کی اہم وجہات ہیں جو سارے افریقہ میں تازیات کو بڑھا رہی ہیں۔ خلائی تحقیق کے امریکی ادارے نیشنل ایرونائلک اینڈ اپسیس ایئرنیشن (NASA) کے خلائی سیارے سے حاصل کردہ اعداد و شمار میں پورے افریقہ میں زرعی زمین کی زرخیزی میں حد سے زیادہ کمی کا اکٹھاف کیا گیا ہے۔ ایک حالیہ تحقیق کے مطابق 40 ملین سے زیادہ افریقی اپنی زمین کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی زرعی پیداوار کم ہوتی جا رہی ہے۔ افریقہ میں بڑھتی ہوئی تحریج پیدائش اور اوسط عمر کا مطلب ہے کہ اس صدی کے آخر تک براعظم افریقہ میں آبادی چار ملین ہو گی جو 40 سال پہلے کی آبادی کے مقابلے 10 گنا اضافہ ہے۔ (جنفرے جینلسن، انٹرنیشنل نویارک ناکر، 4 اگست، صفحہ 1)

پانی

روک فیلر فاؤنڈیشن (Rockefeller Foundation) کے شعبہ سائنس و ماحولیات کے سربراہ فریڈ بولٹز (Fred Boltz) کے مطابق ہر سال ایک تھائی سے زیادہ انسانی آبادی پانی کی کمی کا شکار ہوتی ہے۔ کیلی فورنیا سے ایکھوپیا تک خٹک سالی جیسے بحران میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 2030 تک پانی کی طلب اس کی فراہمی کے مقابلے 40 فیصد بڑھ جانے کا امکان ہے۔ لوگ دریائی پانی کے حد سے زیادہ استعمال اور آلووگی سے متعلق آگاہی رکھتے ہیں لیکن کم ہی لوگ زیر زمین پانی کی سطح میں کمی سے آگاہ ہیں جو محدود

ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ پانی کو اہمیت نہیں دی جاتی اسے ضائع کیا جاتا ہے اور تیزی سے اس کی سطح کم ہو رہی ہے۔ پانی کو رواتی طور پر ایک ”فت“، انسانی حق شمار کیا جاتا ہے جس کے سماجی و اقتصادی انتظام میں بندیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ایسی ایک تبدیلی یہ ہو سکتی ہے کہ پانی کی کمی کے شکار علاقوں میں فصلوں کو قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کے ذریعے پانی فراہم کر کے اس کے استعمال میں کمی کی جائے۔ عالمی تجارت بھی خودہ نرخ میں پیداوار سے کھپٹ تک کے تمام مراحل میں استعمال ہونے والے پانی (اور چوکل واٹر) کی چھپی قیمت یا قدر کو شامل کرنے میں ناکام ہے۔ جیسے کہ درآمدی اسٹرایبری کو ملک میں پیدا ہونے والی اسٹرایبری کی قیمت میں فروخت کرتا۔ (برنس ریکارڈر، 29 اگست، صفحہ 15)

۱۱۔ زرعی مداخل صنعتی طریقہ زراعت

ثج

چین نے وعدہ کیا ہے کہ وہ منظوری کی منتظر فصلوں کی آٹھ امریکی جینیاتی اقسام کی جانچ اس ماہ کے آخر تک مکمل کر لے گا جس سے چیز کمپنیوں کی امریکہ میں فروخت میں اضافہ ہو گا۔ ہر نی قسم کی جینیاتی فصل کے لیے برآمدی منڈیوں میں اس کی فروخت سے پہلے منظوری حاصل کرنی پڑتی ہے۔ ڈاؤ ایگری سائنس کا کہنا ہے کہ امریکہ میں مکنی اور سویاٹین کی اقسام متعارف کروانے کے لیے چین کی منظوری انتہائی اہم ہے جو دنیا میں سویاٹین کا سب سے بڑا خریدار ہے۔ چین 2016 میں 21 بلین ڈالر جنم کیسا تھے امریکی زرعی مصنوعات کی سب سے بڑی منڈی تھا۔ نومبر 2013 میں چین نے امریکی مکنی کی کھیپ مسترد کرنا شروع کی۔ چینی جانچ کرنے والے ادارے کا کہنا تھا کہ مکنی میں سنجنا کی جینیاتی مکنی (Agrisure) Viptera شامل ہے۔ مکنی کی یہ جینیاتی قسم امریکہ میں منظور ہو چکی ہے لیکن اب تک چین نے اس کی منظوری نہیں دی ہے۔ (برنس ریکارڈر، 14 مئی، صفحہ 11)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء نقد آور فصلیں • گنا

برازیل نے تجارتی طور پر جینیاتی گنے کے استعمال کی اجازت دے دی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ دنیا میں کسی ملک نے اس طرح کی اجازت دی ہے۔ سینٹرو ڈی تکنالوجیا کیناؤریا ایس اے (Centro de Tecnología Canaviera SA) نے اس جینیاتی تکنالوجی کو متعارف کروا لیا تھا اور اسے دسمبر 2015 میں منظوری کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ ادارے کے سربراہ گستاو لایٹ (Gustavo Leite) کے مطابق برازیل سے پہلی جینیاتی گنے سے تیار کردہ چینی کی کھیپ منڈی میں آنے میں تین سال لگیں گے۔ برازیل میں 10 ملین ہیکٹر رقبے پر گنا کاشت کیا جاتا ہے جس میں سے 15 فیصد زمین پر جینیاتی گنا کاشت کیا جاسکتا ہے۔ گنے کی یہ جینیاتی قسم برازیل میں گنے کی نسل کو سالانہ 1.52 ملین ڈالر کا سالانہ نقصان پہنچانے والے کیرے کین بور (cane borer) کے خلاف مراحمت رکھتی ہے۔ (برنس ریکارڈز، 11 جون، صفحہ 8)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی ماہی گیری

چین نے اقوام متعدد کی جانب سے شمالی کوریا پر پابندیاں عائد کیے جانے کے بعد شمالی کوریا سے سمندری خوارک کی درآمد پر پابندی عائد کر دی ہے۔ چین کی وزارت تجارت کے مطابق شمالی کوریا سے تمام درآمدات مثلاً کوئلہ، لوہا اور سمندری خوارک پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ چین نے شمالی کوریا سے ممکن میں 13.6 ملین ڈالر کی سمندری خوارک درآمد کی جگہ ماہ جون میں 46.7 ملین ڈالر کی سمندری خوارک درآمد کی گئی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریپیون، 15 اگست، صفحہ 9)

مرغبانی

جنوبی افریقہ نے اپنے پڑوئی ملک زمباوے میں مرغیوں میں ایویان انفلوائنزہ، جسے عام طور پر برڈ فلو کہا جاتا ہے، پھیل جانے کے بعد مرغبانی سے متعلق تمام درآمدات پر پابندی عائد کر دی ہے۔ جنوبی افریقہ کے مکملہ زراعت کے مطابق زندہ مرغی، اس کے گوشت اور انڈوں کی درآمد معطل کی گئی ہے۔ زمباوے کے حکام کا کہنا ہے کہ انہوں نے 7,000 مرغیوں کی بلاکت کے بعد ایک نجی پولنری فارم کو قرنطینہ میں رکھا ہے جبکہ 140,000 بیماری سے متاثرہ مرغیوں کو برڈ فلو پھیلنے سے روکنے کے لیے ہرارے کے مضائقاتی علاقے میں ایک فارم میں رکھا گیا ہے۔ جنوبی افریقہ کے مرغبانی شعبے کو خدشہ ہے کہ اگر یہ بیماری سرحد پار سے ان کے ملک میں داخل ہو گئی تو 140 ملین مرغیاں خطرے کی زد میں ہو گئی۔ (بڑنی ریکارڈر، 10 جون، صفحہ 12)

۷۔ تجارت

درآمدات

• چاول

بگلہ دیش نے حالیہ سیالب سے چاول کی فصل کی تباہی اور چاول کے سرکاری ذخائر میں کمی کے نتیجے میں مقامی منڈی میں بڑھتی ہوئی قیمت کم کرنے کے لیے چاول کی درآمد پر عائد 28 فیصد محصول کم کر کے 10 فیصد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ وزارت تجارت کے مطابق محصول میں کمی کے نتیجے میں فی کلو چاول کی قیمت چھ لاکم ہو جائے گی۔ (ڈان، 21 جون، صفحہ 11)

بگلہ دیش کی وزارت خوارک کے مطابق تھائی لینڈ سے چاول درآمد کرنے کا منصوبہ چاول کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے معطل ہو سکتا ہے۔ تاہم بگلہ دیش نجی تجارتی ادارے گزشتہ ماہ سے درآمدی محصول میں کمی کے بعد بھارت سے چاول درآمد کر رہے ہیں۔ تھائی رائک ایکسپورٹرز ایسوی ایشن (TREA) کا کہنا ہے کہ معاملہ کم طور پر ختم نہیں ہوا بلکہ وہ نیا معاملہ کریں گے۔ (بڑنی ریکارڈر، 30 جولائی، صفحہ 13)

۷۱۔ کارپوریٹ شعبہ

تجزیں

کیم چاننا (ChemChina) نے 43 بلین ڈالر مالیت کی جوشیم کش ادویات اور تجیج ہنانے والی سوسک کمپنی سنجھنا کی خریداری کا عمل مکمل کر لیا ہے۔ اس معاملہ نے سنجھنا اور کیم چاننا کی ماتحت کہنی ایڈاما (Adama)، جو یورپ میں فصلوں کے تحفظ کے حوالے سے مصنوعات فراہم کرنے والی سب سے بڑی کمپنی ہے، کو باہم ملک کر دیا ہے۔ کیم چاننا نے، جسے چاننا نیشنل سینکھل کارپوریشن کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، فروری 2016 میں سنجھنا کو خریدنے کی پیشکش کی تھی۔ تاہم خریداری کا عمل مکمل کرنے کے لیے یورپی یونین اور امریکی (رمگولیٹر کی) منظوری ضروری تھی جو اپریل میں امریکہ اور یورپی یونین میں چینی کمپنیوں سے انعام کے خلاف بڑھتی ہوئی مزاحمت کے باوجود دے دی گئی۔ سنجھنا کی فروخت زرعی کیمیائی شعبے میں کمپنیوں کے انعام کی ایک بڑی لہر کا حصہ ہے جو ماحول کے لیے کام کرنے والوں اور کسانوں کے لیے پریشان کرنے ہے۔ (بیانس ریکارڈر، 29 جون، صفحہ 8)

۷۲۔ بیرونی امداد

مندرجہ بالا شعبے میں ان چار ماہ میں کوئی خبر درستیاب نہیں۔

۷۳۔ پالیسی

ایک مضمون کے مطابق امریکہ کے 55 نیصد بچے ایک سرکاری پروگرام وومن، انفت، چلڈرن (WIC) پروگرام کے حصہ دار ہیں۔ اگر صدر ٹرمپ بجٹ کٹوتی میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اس پروگرام پر سالانہ خرچ 6.4 بلین ڈالر سے کم ہو کر 200 بلین ڈالر ہو جائے گا جس سے امریکہ میں بچوں کی شرح اموات بدترین ہو جائے گی۔ امریکہ میں اس وقت ہر 1,000 زندہ بیبا ہونے والے بچوں میں سے چھ بچے اپنی پہلی ساکگرد سے پہلے مر جاتے ہیں جو ترقی یافتہ ممالک میں سب سے بلند شرح ہے۔ اپنی میں یہ شرح 1,000 میں تین ہے۔ اگر امریکہ بچوں کی شرح اموات میں کمی کے لیے سنجیدہ ہے تو حاملہ عورتوں کی

ابتدائی دیکھ بھال اور خون کی کمی کو مناسب ادویات سے پوری کرنے کی ضرورت ہوگی۔ (جویل سولکوف، دی ایک پر لیں زیبون، 6 مئی، صفحہ 7)

XI۔ ماحول

زمین

• فصل

بیروت، لبنان میں حکومت اور نجی کمپنی کے درمیان ہونیوالے معاهدہ کے تحت کچرے کا پہاڑ سمندر برداشت نے پر عوام میں غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ ماحولیات کے لیے سرگرم کارکنان کے مطابق شماہی بیروت میں برج حمود کے مقام پر 20 سالوں سے موجود کچرے کے پہاڑ کو سمندر میں ڈالا جا رہا ہے۔ وزیر ماحولیات طارق الخطیب نے حکومت اور نجی کمپنی کے درمیان کچرے کو سمندر برداشت کے معاهدے کی تصدیق کی ہے۔ کچرا سمندر میں پھینکنے کے خلاف "یو اسٹنک" (You Stink) نامی مہم چلانے والے کارکنان کا کہنا ہے کہ فضلہ کھلے سمندر پھینکا جا رہا ہے اور وزیر ماحولیات اس عمل کو درست ثابت کر رہے ہیں۔ (دی ایک پر لیں زیبون، 15 جون، صفحہ 8)

پانی

دنیا کا نصف سے زائد سمندر ممالک کی جغرافیائی صدود سے باہر ہے۔ اب دنیا بھر کے ممالک نے ان گھرے سمندروں میں موجود قبیقی وسائل کے تحفظ کے لیے پہلا قدم اٹھایا ہے۔ جولائی کے آخر میں دو سال کی بات چیت کے بعد اقوام متحده میں سفارتکاروں نے سمندری علاقوں کے تحفظ کے لیے محفوظ سمندری علاقہ (میرین پروفیکٹ اریاز) قائم کرنے کے لیے ایک معاهدے پر مذاکرات شروع کرنے کی تجویز دی ہے۔ اقوام متحده کے صدر اور فوجی کے سفارتکار پیغمبر ٹھومن نے اس حوالے سے مذاکرات کے بعد کہا ہے کہ گھرے سمندر زمین پر تنوع حیات کا سب سے بڑا ذخیرہ ہیں۔ "اگر ہم سمندری ماحولیات اور تنوع حیات کے تحفظ کی فکر کرتے ہیں تو ہم اس کا انتظام بغیر ضابطے اور نگرانی کے جاری نہیں رکھ سکتے۔"

کچھ ممالک سمندروں کی گمراہی کے لیے انتظامی ڈھانچے (گورنگ باؤنڈی) کے قیام کے خلاف ہیں جن کا کہنا ہے کہ اس مقصد کے لیے موجودہ علاقائی تنظیمیں اور تواعد ہی کافی ہیں۔ اس حوالے سے مراکرات میں کچھ اہم سوالات جواب طلب ہیں جیسے کہ سمندری محفوظ علاقے کس طرح منتخب کیے جائیں گے، سمندر کے کئے حصے کو محفوظ قرار دیا جائے گا، کیا ان علاقوں سے تمام سمندری وسائل کے اخراج پر پابندی ہوگی یا وہاں کچھ انسانی مرگز میوں کی اجازت ہوگی اور یہ حفاظتی اقدامات کس طرح نافذ ہوں گے؟ (سمنی میں گپتا، اشٹشل نیویارک نائٹر، 4 اگست، صفحہ 1)

• آلووگی

اقوام متحده کے محولیاتی پروگرام (UNEP) کی رپورٹ کے مطابق ایشیاء پیپلک کا خطہ دریائی آلووگی پر قابو میں ناکام ہو چکا ہے۔ خطے کے 80 فیصد سے زائد دریاؤں کی حالت ابتر ہے۔ خطے میں نامیائی، دھاتی فضلہ، کیمیائی آلووگی اور صنعتی عمل آلووگی کے اہم عوامل ہیں۔ غیر صاف شدہ یا جزوی طور پر صاف شدہ فضلہ، زرعی و صنعتی آلووہ پانی، بارشوں سے بہہ کر آنیوالی مٹی کا دریا کی تہہ میں جمع ہونا بھی آلووگی کے ذریعہ ہیں۔ آبی آلووگی کی بڑی وجہ خراب نکاسی آب کا نظام بھی ہے۔ ایشیاء پیپلک میں 1.7 بلین افراد نکاسی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں اور تقریباً 80 فیصد آبی فضلہ دریاؤں یا دیگر آبی وسائل میں جزوی طور پر صاف کر کے یا بغیر صاف کیے خارج کیا جا رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایشیاء پیپلک میں ہر سال 1.8 بلین اموات پانی سے ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ (ڈان، 28 اگست، صفحہ 5)

کینیا میں پلاسٹک کی تھیلیاں بنانے، فروخت کرنے اور استعمال کرنے پر چار سال قید اور 40,000 ڈالر تک جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔ کینیا میں نافذ کیے گئے دنیا کے اس سخت ترین قانون کا مقصد پلاسٹک سے ہونیوالی آلووگی میں کمی کو یقینی بنانا ہے۔ کینیا میں اقوام متحده کے محولیاتی پروگرام سے نسلک ماہر جیبیب اخیر کہنا ہے کہ موجودہ صورتحال جاری رہی تو 2050 میں سمندر میں مچھلیوں سے زیادہ پلاسٹک کی مقدار ہوگی۔ پلاسٹک کے تلف ہونے میں 500 سے 1,000 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مچھلی

اور دیگر جانوروں کے ذریعے انسانی خواراک میں بھی شامل ہو جاتا ہے۔ (ڈاں، 29 اگست، صفحہ 15)

فضاء

• آلووگی

نئی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ آلووہ فضا میں سانس لینے سے ہارموز پر تیزی سے دباؤ پڑتا ہے۔ شنگھائی کی فودن (Fudan) یونیورسٹی کے داکٹر ہائی ڈانگ کیمن فضا میں موجود صنعتوں سے نکلنے والے 2.5 ملی میٹر کے انہائی باریک ذرات (particulate matter) کا صحت پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یہ ذرات (PM) سانس کے ذریعے پھیپھڑوں میں چلے جاتے ہیں۔ پاکستان سمیت پوری دنیا میں ان ذرات کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تحقیق کے مطابق ذرات سے آلووہ فضا میں سانس لینے سے انسانی جسم پر موجودہ معلومات سے زیادہ طریقوں سے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ خاص طور پر دل کی بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اسکے علاوہ ذیابطیں اور خلیوں پر دباؤ بھی بڑھتا ہے۔ (دی ایکپریس ٹریبون، 18 اگست، صفحہ 20)

آلووگی، صحت و تحفظ

عراق کے شہر موصل میں جنگ کی وجہ سے بے گھر ہونے والوں کے ایک کمپ میں زہریلی خواراک کھانے سے دو افراد ہلاک جبکہ 700 سے زائد بیمار ہو گئے ہیں۔ عراقی وزیر صحت کے مطابق کھانا قطر کی ایک غیر سرکاری تنظیم کی جانب سے فراہم کیا گیا تھا۔ اقوام متعدد کے مطابق اس کمپ میں تقریباً 6,235 متاثرین ہیں۔ (ڈاں، 14 جون، صفحہ 14)

ایک خبر کے مطابق یورپی ممالک میں انڈوں میں کیڑے مار جز سے آلووگی کی اطلاعات کے بعد یورپی یونین نے اس مسئلے کے حل کے لیے وزراء اور متعلقہ غذائی سربراہان کا اجلاس طلب کر لیا ہے۔ یورپ بھر میں لاکھوں انڈے بازاروں سے اٹھا لیے گئے ہیں اور درجنوں پولٹری فارم انڈوں میں کیڑے مار جز

فپرونیل (Fipronil) کی موجودگی کی اطلاع کے بعد بند کرنے گئے ہیں۔ فپرونیل عام طور پر مویشیوں میں پس اور جوڑ کے خاتمے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن یورپی یونین میں غذائی صنعت میں اس کے استعمال پر پابندی ہے۔ یورپی یونین مصر ہے کہ اس سے انسانی صحت کو کوئی خطرہ نہیں لیکن WHO (ڈبلیو ایچ او) کا کہنا ہے کہ فپرونیل کی زیادہ مقدار خوارک میں شامل ہونے سے انسانوں میں گردے، جگر اور تھائی رائیٹہ غردوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ تحقیق نے اس سلسلے میں ہالینڈ پر الزام عائد کیا تھا کہ اسے انہوں میں فپرونیل کی آسودگی کے بارے میں نومبر 2016 سے معلومات تھیں لیکن ہالینڈ نے دیگر ممالک کو اس حوالے سے مطلع نہیں کیا۔ ہالینڈ کے وزیر صحت نے اعتراف کیا ہے کہ ان کی حکومت سے غلطی ہوئی ہے لیکن اس معاملے کو چھپایا نہیں گیا۔ (ڈان، 12 اگست، صفحہ 14)

X۔ موکی تبدیلی

تحقیقی ماہرین کے مطابق سیاسی طور پر غیر مستحکم ممالک میں موکی تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہونیوالی غذائی کلت کے نتیجے میں تشدید و فسادات کی شدت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ ایک جریدہ جزل آف پیس ریسرچ میں شائع ہونیوالی تحقیق کے مطابق غریب اور زراعت پر انحراف کرنے والی کمزور ریاستوں میں تشدید میں اضافے کا خطرہ سب سے زیادہ موجود ہے۔ اجناس کی پیداوار کرنے والے خطوں کے شدید موکی اثرات سے متاثر ہونے کی وجہ سے 08-2007 میں پوری دنیا گینین غذائی بجران کا شکار ہو گئی تھی۔ اقوام متحده کے ماحولیاتی پروگرام کی رپورٹ کے مطابق خوارک کی قیتوں میں اضافے کی وجہ سے مختلف ممالک میں سیاسی عدم استحکام دیکھا گیا تھا۔ ایں نئی کے اثرات اور تواتر سے آئنے والے سیلاں کی مشرقی اور جنوبی افریقہ کی دیہی میںیت نے بھاری قیمت پکائی ہے۔ موکی تبدیلی سے عالمی سطح پر آبی کلت اور نقل مکانی میں اضافہ ہو گا اس کے علاوہ سمندر کی بڑھتی ہوئی سطح بھی عالمی تحفظ کے لیے شدید خطرہ ہے۔ (برنس ریکارڈ، برنس ریکارڈ، 10 جون، صفحہ 13)

امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ بیرس معاهدے سے دبیرداری کے منصوبے کے باوجود موکی تبدیلی پر عالمی

نماکرات میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے شرکت کریگا۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے دو ماہ قبل پیرس معاهدے سے دستبرداری کا اعلان کیا تھا جبکہ ٹرمپ انتظامیہ نے اقوام متحده کو اس حوالے سے آگاہ کرنے کی تصدیق کی تھی۔ تاہم امریکہ کی طرف سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ امریکہ اپنے کارہن کے اخراج کو جدت اور بینالوچی کے استعمال کے ذریعے کم کرنے اور دیگر ممالک کے ساتھ رکازی ایندھن کے موثر اور صاف طریقے سے استعمال میں مدد فراہم کرنے اور توانائی کے دیگر صاف ذرائع کے فروع کو جاری رکھے گا۔ (بیانیہ ریکارڈر، 6 اگست، صفحہ 1)

ٹرمپ انتظامیہ کی منظوری کی منتظر امریکہ کی 13 سرکاری ایجنسیوں کی تیار کردہ رپورٹ کے مطابق 1980 سے امریکہ کے اوسم درجہ حرارت میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ حالیہ دہائیاں گزشتہ 1,500 سالوں کی گرم ترین دہائیاں تھیں۔ نیویارک نائٹر کی جانب سے اس رپورٹ کی ایک نقل حاصل کی گئی ہے۔ یہ رپورٹ ابھی تک عام نہیں کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امریکی موسمی تبدیلی کے اثرات کو اب محسوس کر رہے ہیں جو براہ راست امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور ان کی کابینہ کے مؤقف سے متضاد ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ ”موسمی تبدیلی میں انسان کا کردار غیر لائقی ہے اور اسکے اثرات کے تعین کے لیے صلاحیت محدود ہے“۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگر انسان فوری طور پر فضا میں کارہن اور مضر گیسوں کا اخراج بند کر دیں تو بھی اس صدی کے اختتام پر آج کے مقابلے عالمی درجہ حرارت میں 0.3 ڈگری سیلسیس اضافہ ہو گا جبکہ سائنسدان کہتے ہیں کہ عالمی درجہ حرارت میں حقیقتاً اضافہ دو ڈگری سیلسیس ہو گا۔ عالمی درجہ حرارت میں معمولی اضافہ موسم میں بڑے پیمانے پر تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ (لیزا فرایڈن میں، انٹرنیشنل نیویارک نائٹر، 9 اگست، صفحہ 3)

عالمی حدت

ماہرین نے عالمی سطح پر بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کے تناول میں شہروں میں ہنگامی بنیادوں پر موسمی تبدیلی کی وجہ سے آنے والے سیلاں اور گرمی کی لہر سے بچاؤ کے لیے دفاعی نظام کو مضبوط بنانے پر زور دیا

ہے۔ ویانا میں یورپین جیو سائنسز یونین (EGU) کے اجلاس میں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ شہروں کو انوکھے خطرے کا سامنا ہے ہے اربن ہیٹ آئی لینڈ (UHI) کہا جاتا ہے۔ UHI (یو اچ آئی) اثرات میں کنکریٹ (یعنی پتھر اور سینٹ سے بنی ہوئی عمارتیں، سڑک وغیرہ) کی سطح سورج کی حرارت دیگر غیر ترقی یافتہ علاقوں کی نسبت زیادہ جذب کرتی ہے۔ ایک تحقیق مقابله کے مطابق اگر رکازی ایندھن کے استعمال سے حدت میں اضافہ جاری رہا تو صدی کے وسط تک موسم گرم کے 25 دنوں میں بیکھیم کا درجہ حرارت موجودہ مقررہ حد سے 10 ڈگری سلسیس زیادہ ہو سکتا ہے۔ ایک اور تحقیق کے مطابق تو اتر کے ساتھ گرمی کی اہر یورپی شہروں کے لیے مستقل مسئلہ بن جائے گی۔ اس کے علاوہ سیالاپوں کا آنا معمول بن جائے گا کیونکہ بارشوں میں اضافہ ہو گا، برف پکھلنے سے سطح سمندر میں اضافہ ہو گا۔ (برنس ریکارڈر، 1 منی، صفحہ 17)

تحقیقین کا کہنا ہے کہ عالمی حدت میں اضافے کی وجہ سے انشاریکا میں باتاتی حیاتیات (پلائٹ لائف) بڑھ رہی ہے جو اس سے پہلے دور جدید میں کبھی نہیں ہوا۔ درجہ حرارت میں اضافے سے برف پکھل رہی ہے اور منظر سفید سے سبز ہوتا جا رہا ہے۔ سائنسدانوں نے 400 میل رقبے پر پھیلے ہوئے سبزے پر تحقیق میں اس سبزے کی بڑھوتری میں گزشتہ 50 سالوں کے مقابلے تیزی سے اضافے کا مشاہدہ کیا ہے۔ اگر یہ اضافہ جاری رہا تو انشاریکا مستقبل میں سرسبز ترین خطہ ہو گا۔ (برنس ریکارڈر، 22 منی، صفحہ 16)

بھیرہ محمد شاہی (نور درن ہمیسفیر) دنیا کے کسی بھی خطے کے مقابلے میں دو گنی رفتار سے پکھل رہا ہے۔ ایک تحقیقی ادارے وڈر ہول ریسرچ سینٹر (WHRC) کے تحت بھیرہ محمد شاہی میں سطح سے نیچے کی مستقل جمی ہوئی تہہ پر مافروضت (permafrost) پر موگی تبدیلی کے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے تحقیق کی گئی۔ تحقیق کے مطابق برف کی سطح سے چند فٹ نیچے ٹیکلکوں فٹ گہرائی میں بڑی مقدار میں مجدد نامیاتی اجزاء (آرگینک میٹر) موجود ہیں کیونکہ صدیوں پہلے پودے جنہوں نے فضاء سے کاربن جذب کیا مرجانے کے بعد تخلیل (ڈی کپوز) ہونے سے پہلے مجدد ہو گئے تھے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پر مافروضت میں کاربن کی مقدار فضا میں موجود کاربن کی مقدار سے دو گنی ہے۔ ایک بار پر مافروضت پکھلے گا تو یہ

نامیاتی اجزا جراثیم کے اثر سے کاربن ڈائی آکسایڈ اور میٹھین میں تبدیل ہو کر فضا کا حصہ بنتے ہوئے
مزید حرارت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق پرمافروضت لگانے سے عالمی
درجہ حرارت میں 1.7 ڈگری فیرن ہائیٹ کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ (ہیزری فاؤنڈیشن، انٹرنیشنل نویارک ٹائمز، 26
اگست، صفحہ 1)

• پیرس معابدہ

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک خط کے ذریعے کانگریس کو مطلع کیا ہے کہ وہ پیرس معابدہ سے
امریکہ کو علیحدہ کر رہے ہیں کیونکہ یہ معابدہ امریکہ کے لیے برا ہے۔ یہ معابدہ ماحولیات کے تحفظ میں ناکام
ہے، تاہم اس معابدہ سے امریکی شہریوں کا معیار زندگی متاثر ہوتا ہے۔ یہ معابدہ امریکہ کے مقابلے دیگر
مالک کو غیر معمولی فائدہ پہنچاتا ہے اور موسم سے اتنا تعلق نہیں رکھتا جتنا امریکہ کے مقابلے دیگر مالک کو
مالی فائدہ پہنچاتا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے خط میں مزید کہا ہے کہ نومبر 2015 میں اوباما انتظامیہ کی جانب
سے پیرس معابدے پر دخنخ امریکہ کے لیے ایک برا معابدہ تھا۔ (ذان، 2 جون، صفحہ 15)

ایک اخباری اداریے کے مطابق پیرس معابدہ سے دستبرداری کے بعد امریکہ عالمی سربراہی کے منصب سے
بھی دستبردار ہو گیا ہے جس پر وہ دوسرا عالمی جنگ ختم ہونے کے بعد سے برآمدان تھا۔ پیرس معابدے
پر دخنخ کرنے والے 197 میں سے 147 مالک نے اس معابدے کی توثیق بھی کر دی ہے۔ امریکہ کا
معابدہ منسون کرنے کے اقدام سے باہمی تعاون کے ذریعے عالمی درجہ حرارت پر قابو پانے کے تاریخی
معابدہ پر معنی خیز اثرات مرتب ہونگے۔ امریکہ کے اس فیصلہ نے فرسودہ صنعت (کولکہ اور رکازی
ایندھن) کے دفاع میں نئی روچھوک دی ہے۔ کاربن کا سب سے زیادہ اخراج کرنے والے ملک کی
حیثیت سے موسیٰ تبدیلی کے اثرات میں کمی کے معابدہ سے امریکہ کے دستبردار ہونے سے دنیا کی باگ
دوڑ آسانی سے چین کے ہاتھوں میں آ سکتی ہے۔ (ذان، 3 جون، صفحہ 8)

موئی بحران

• گرمی کی لہر

سامنہ دانوں کا جریدہ جریل نیچر کالائمت چینج میں کہنا ہے کہ پیرس معابدہ کے تحت عالمی درجہ حرارت میں دو ڈگری سلسیس کی ہو جائے تو بھی موئی تبدیلی کے نتیجے میں جان لیوا گرمی کی لہروں میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ فضاء میں کاربن اکسیجن موجودہ رفتار سے جاری رہا تو تین پوچھائی دنیا کو سالانہ جان لیوا گرم لہروں کا سامنا رہیگا۔ اس وقت دنیا میں تقریباً 30 فیصد انسان سال کے مختلف دورانیوں میں انتہائی گرم لہروں کا سامنا کر رہے ہیں۔ مستقبل میں گرم ممالک شدید متاثر ہونگے اور کاربن اکسیجن موجودہ شرح برقرار رہی تو انڈونیشیا، فلپائن، شامی برازیل، وینزویلا، سری لنکا، جوبی بھارت، ناگیریا، مغربی افریقہ اور شامی آسٹریلیا ممکنہ طور پر سال میں 300 دن جان لیوا گرم لہروں کا سامنا کریں گے۔ (ڈان، 20 جون، صفحہ 14)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غذائی کمی

خوارک کی ترسیل کا عالمی بحران سرحد پار نقل مکانی کی وجہ بن رہا ہے۔ اقوام متحده کے ادارے ڈبلیو ایف پی کی ایک رپورٹ کے مطابق کسی آبادی میں غذائی عدم تحفظ میں ایک فیصد اضافہ 1.9 فیصد افراد کو بحیرت پر مجبور کرتا ہے۔ خوارک اور دیگر سہولیات کی کمی یا ان تک عدم رسائی لوگوں کو مسلسل نقل مکانی پر مجبور کرتی ہے جس کے بعد اکثر نقل مکانی کرنے والوں کو سفر کے دوران سخت حالات کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ نقل مکانی خود غذائی عدم تحفظ کی وجہ ہو سکتی ہے۔ (ڈان، 6 مئی، صفحہ 14)

XII۔ قدرتی بحران

بارشیں / طوفان

ماسکو میں شدید طوفان کے باعث 13 افراد ہلاک جبکہ متعدد زخمی ہو گئے ہیں۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق

زیادہ تر اموات درختوں کے گرنے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ شدید موسم کی وجہ سے ماسکو ہوائی اڈہ اور ریلوے کو بند کر دیا گیا ہے۔ روی محلہ موسمیات کے مطابق ہوا کی رفتار طوفان کے دوران 22 میٹر فی سینٹی میٹر پہنچ گئی تھی۔ (ڈان، 30 مئی، صفحہ 14)

بیگنہ دلیش کے جنوب مشرقی علاقے میں مون سون پارشوں اور مٹی کے تودے گرنے سے تقریباً 134 افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ حکام کے مطابق کئی لوگ مٹی کے تودے میں دفن ہو گئے جو اپنے گھروں میں سور ہے تھے۔ پولیس نے چٹا گونگ کے مضائقاتی پہاڑی علاقوں میں بلاکتوں میں اضافے کا خدشہ ظاہر کیا ہے اس علاقے میں ٹیلی فون اور ڈرائیک آمدورفت معطل ہو گئے ہیں۔ زیادہ تر متاثرین کا تعلق ضلع رنجاتی سے ہے یہاں 60 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ حکام نے متاثرہ ضلع میں لوگوں کی رہائش کے لیے 18 قیام گاہیں بنائی ہیں جہاں پر 4,500 افراد کے لیے رہائش کی سہولت موجود ہے۔ (ڈان، 14 جون، صفحہ 1)

سیالاب

سری لنکا میں سیالاب اور مٹی کے تودے گرنے سے 90 افراد کی ہلاکت کے بعد وزارت خارجہ نے عالمی سطح پر مدد کی اپیل کی ہے۔ سری لنکا میں کئی گھنٹوں کی مسلسل بارش اور آندھی کی وجہ سے تقریباً 53,000 لوگ بے گھر ہو گئے ہیں جبکہ 110 افراد لاپتہ ہیں۔ سری لنکا ریڈ کراس کے مطابق بارشوں سے تقریباً 500,000 افراد متاثر ہوئے ہیں۔ محلہ موسمیات نے ملک میں اگلے 24 گھنٹوں میں مزید بارشوں کی پیشگوئی کی ہے۔ (ڈان، 27 مئی، صفحہ 14)

سری لنکا میں بارشوں کے بعد سیالاب سے مرنے والے افراد کی تعداد بڑھ کر 151 ہو گئی ہے جبکہ 52 افراد رُخی ہیں۔ اس کے علاوہ 110 افراد تا حال لاپتہ ہیں جبکہ 114,000 خاندان ہنگامی بنیاد پر امداد کے منتظر ہے۔ ڈیز اسٹر منچنٹ سینٹر کے مطابق حالیہ بارشوں سے 14 اضلاع بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ سری لنکا میں 2003 میں آنے والے سیالاب کے بعد یہ سب سے بڑی آفت بتائی جاتی ہے۔ متاثرہ علاقوں میں

مزید بارش کی پیشگوئی کی گئی ہے جس سے خدشہ ہے کہ پہاڑی علاقے مزید متاثر ہو سکتے ہیں۔ (ڈان، 29
مئی، صفحہ 13)

چین کے سرکاری ذرائع ابلاغ کے مطابق شدید بارشوں نے وسطیٰ اور جنوبی چین کو متاثر کیا ہے۔ بارشوں
سے دو درجن سے زیادہ افراد ہلاک اور لاپتہ جبکہ ہزاروں افراد گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بارشوں
سے ہزاروں ہمیکٹر پر کھڑی فصلیں ڈوب گئی ہیں۔ 600 گھر تباہ ہو گئے ہیں اور 6,500 گھروں کو نقصان
پہنچا ہے جس سے 428 ملین ڈالر کا معاشی نقصان ہوا ہے۔ (بیانس ریکارڈر، 4 جولائی، صفحہ 9)

شمال مشرقی ایران میں شدید طوفانی بارشوں کے بعد سیالاب سے 11 افراد ہلاک ہو گئے جبکہ دو افراد لاپتہ
ہیں۔ امدادی ادارے (ہلال احمر) کے سربراہ مرتفعی سیی کے مطابق آٹھ افراد خراسان رضاوی، دو افراد
گلستان جبکہ باقی افراد شمالی خراسان میں ہلاک ہوئے ہیں۔ شدید طوفانی بارشوں کے بعد ملک کے پانچ
صوبوں میں سیالاب کی اطلاعات ہے۔ (بیانس ریکارڈر، 13 اگست، صفحہ 11)

ایک خبر کے بھارت، نیپال اور بنگلہ دیش شدید مون سون بارشوں کے بعد سیالاب کی لپیٹ میں ہیں اور
اس وقت سیالاب سے مرنے والوں کی تعداد کم از کم 250 ہے۔ شمالی بھارت اور جنوبی نیپال میں بارشوں،
سیالاب اور منی کے تودے گرنے سے کئی ملین افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ اندازے کے مطابق اس وقت
1.5 ملین بنگلہ دیشی سیالاب میں پھنسے ہیں۔ (دی ایک پریس ٹریبیون، 16 اگست، صفحہ 6)

ایک خبر کے مطابق جنوبی ایشیاء میں مون سون کے دوران آنے والے سیالابوں کے باعث تقریباً 600
افراد ہلاک اور کئی ملین افراد متاثر ہوئے ہیں۔ بھارتی ریاست اتر پردیش میں 75 میں سے 33 اصلاح
سیالاب سے متاثر ہیں جہاں 55 افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ بھارتی ریاست بہار بدترین سیالاب سے متاثر ہوا
ہے جہاں پر مرنے والوں کی تعداد 153 تک پہنچ گئی ہے۔ ریاست اتر پردیش اور بہار نیپال کی سرحد پر

واقع ہیں جہاں 123 افراد ہلاک ہوئے ہیں اور تقریباً 20 فیصد آبادی سیلاب سے متاثر ہوئی ہے۔ اقوام متحده نے نیپال کو متاثر کرنے والے اس سیلاب کو گزشتہ 15 سالوں کا بدترین سیلاب قرار دیا ہے۔ (دی نیوز، 20 اگست، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق مون سون بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے جنوبی ایشیاء میں مرنے والوں کی تعداد 1,200 سے زیادہ ہو گئی ہے۔ جنوبی ایشیاء کے تین ممالک بھارت، نیپال اور بھنگہ دلیش سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔ عالمی امدادی اداروں کا کہنا ہے کہ اس سال صورتحال بدترین ہے، ہزاروں دیہات سے رابطہ منقطع ہے اور لوگ کئی دن سے خواراک اور صاف پانی سے محروم ہیں۔ صرف بھارت میں ہی مرنے والوں کی تعداد 850 ہو گئی ہے۔ نیپال میں 150 افراد ہلاک اور تقریباً 90,000 گھر تباہ ہو گئے ہیں۔ اسی طرح بھنگہ دلیش میں 134 افراد اور 5.7 ملین سے زیادہ افراد متاثر ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس نیوز، 26 اگست، صفحہ 8)

زلزلہ

چین کی سرکاری نیوز اچینی کے مطابق جنوب مغربی علاقوں میں آنے والے 6.5 میگنٹی ٹیوڈ کے زلزلے سے پانچ افراد ہلاک اور 60 زخمی ہو گئے ہیں جبکہ مزید 100 افراد کی ہلاکت کا خدشہ ہے۔ اندازے کے مطابق زلزلے سے 130,000 مکانات کو نقصان پہنچ کا اندازہ ہے۔ متاثرہ علاقہ ایک اہم سیاحتی مرکز ہے جہاں زلزلے کے بعد بھی منقطع ہو گئی تھی جو بحال کرو گئی ہے۔ (ڈان، 9 اگست، صفحہ 14)

XIII۔ مراجعت

مداخل

بھارتی ریاست مدھیہ پردیش میں کسانوں کی جانب سے بیداوار کی مناسب قیمت اور زرعی قرضوں کی معافی کے لیے کیے گئے احتجاج کے دوران پولیس کی گولی باری سے پانچ کسان جانحق ہو گئے۔ ریاست

میں ہڑتاں کا اعلان کرنے والی کسان تنظیم راشٹریہ کسان مزدور سکھ کے مطابق کسانوں کے پاس ہتھیار نہیں تھے، پولیس نے کسانوں کو منتشر کرنے کے لیے گولی باری کی۔ مدھیہ پر دیش کے وزیر داخلہ کا کہنا ہے کہ پولیس نے کسانوں پر گولی نہیں چلائی، احتجاج میں موجود افراد نے گولیاں چلائی ہیں۔ (دی ایک پریس ٹریپون، 7 جون، صفحہ 8)

روٹس فار ایکوٹی

روٹس فار ایکوٹی نا انصافیوں کی شکار پسمندہ دیکھی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کر سکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر تختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استھان، جبرا اور نا انصافیوں سے مبرأ ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)

اے۔ 1، فرشت فلو، بلاک 2، گلشنِ اقبال، کراچی

فون: 00922134813321 فیس: 00922134813320

بلگ: <http://rootsforequity.noblogs.org>